جلد ۲۱

ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۷ھ / اگست سنہ ۱۹۸۷ء

شمارہ ۱۲

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

❋ نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

❋ مدیر :

محمد تقی عثمانی

❋ ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

سالانہ بدل اشتراک :

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ /۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ
ہانگ کانگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ /۱۸۰ روپے سودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت /۱۵۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی
پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴
فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

فہرست

ذکر و فکر

عنوان	مصنف	صفحہ
احد سے تاسیون تک	محمد تقی عثمانی	۳

معارف و مسائل

عنوان	مصنف	صفحہ
محشر کی عدالت میں مظلوم کا حق	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۱۷

مقالات و مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
تصویر کی شرعی حیثیت	مولانا محمد تقی عثمانی	۲۱
۹ سکنڈ کا عجیب جامع وعظ	مولانا حکیم محمد اختر صاحب	۲۹
امریکہ اور پاکستان	مولانا زاہد الراشدی صاحب	۳۳
انتباہ خصوصی	نصرت علی صدیقی	۳۹
ٹی وی، وی سی آر	مولانا عبد المعز صاحب	۴۵
علوم نبوت	مولوی محمد مجاہد	۵۱
قربانی	مولوی محمد شاہد	۵۵
مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ	مولوی احسان اللہ	۵۹

نقد و تبصرہ

عنوان	مصنف	صفحہ
	م۔ت۔ع	۶۲

ذکر و فکر:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمّتِ مُسلمہ کی ذمّہ داری

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

عنایت صاحب نے دمشق کے مختلف مقامات کی سیاحت کیلئے سہولت کی خاطر جو ترتیب قائم کی، اُس میں وہ سب سے پہلے ہمیں غوطہ لیگئے۔ غوطہ قدیم زمانے سے دمشق کا وہ مضافاتی علاقہ ہے جو اپنی زرخیزی اور رعنائی و دلکشی کیلئے پوری دُنیا میں مشہور، بلکہ ضرب المثل، تھا۔ مشہور جغرافیہ نگار علامہ حمویؒ لکھتے ہیں:۔

هي بالإجماع أنزه بلاد الله و أحسنها منظرا، وهي إحدى جنان الأرض الأربع: وهي الصُغد، و الأبلة، وشعب بوّان و الغوطة [1]

اللہ کے پیدا کئے ہوئے شہروں میں یہ علاقہ باتفاق سب سے زیادہ پاکیزہ اور خوش منظر ہے، اور یہ اُن چار علاقوں میں سے ایک ہے جنہیں جنت ارضی قرار دیا گیا ہے۔ وہ چار علاقے یہ ہیں: صُغد، اُبلّہ، شعب بوّان اور غوطہ۔

کسی زمانے میں یہ علاقہ باغات، پہاڑیوں، نہروں اور چشموں سے بھرپور تھا، اور اسی بنا پر اسے

---

[1] معجم البلدان، للحموی، ص ۲۱۹ ج ۱۴۔

دُنیا کا حسین ترین خطہ قرار دیا گیا تھا، اب بھی یہاں انجیر اور زیتون کے خوشنما باغات موجود ہیں، لیکن اوّل تو موسم سردی کا تھا، اور باغات پر خزاں کی حکمرانی تھی، دوسرے اب اس علاقے کی تر و تازگی بھی اُس درجے میں باقی نہیں رہی، اس لئے کتابوں میں غوطہ کے بارے میں جو کچھ پڑھا تھا، اور اُس سے ذہن پر جو تاثر قائم تھا، یہ علاقہ اُس سے کافی مختلف نظر آیا۔ علاقہ سر سبز و شاداب ضرور ہے، لیکن اس وقت دُنیا کے حسین مقامات میں شاید وہ کوئی قابلِ ذکر نمبر حاصل نہ کر سکے ۔ دُنیا کے انقلابات و تغیرات کا حال یہی ہے کہ یہاں کسی چیز کی آب و تاب ہمیشہ سلامت نہیں رہتی، ہر جوانی کا انجام بُڑھاپا اور ہر وجود کا انجام عدم ہے۔

غوطہ سے ہوتے ہوئے عنایت صاحب ہمیں حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیدہ زینب بنت علی (رضی اللہ عنہا) کے مزار پر لیگئے۔

حضرت زینب بنت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہو گئی تھیں، لیکن بہت کمسن تھیں، حضرت علیؓ نے آپ کا نکاح اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کر دیا تھا، سانحۂ کربلا کے وقت آپ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں، اور حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد آپ کو دیگر اہلِ بیت کے ساتھ دمشق لایا گیا۔ آپ اپنے زمانے میں بڑی عاقلہ اور فصیح و بلیغ خاتون مشہور تھیں[1] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے آپ کے دل پر جو کچھ گذری ہوگی وہ تو ظاہر ہے، اُس صدمے کا شرعی حدود میں اظہار بھی ہوا ہو گا، لیکن جن روایتوں میں آپ کی غیر معمولی نوحہ گری بیان کی گئی ہے، وہ غیر مستند بھی ہیں اور بعید از قیاس بھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اُس قسم کے بَین اور ماتم سے یقیناً بلند تھیں جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت زینبؓ کا ایک مزار مصر میں بھی مشہور ہے، لیکن کسی مستند روایت سے آپ کا مصر جانا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ سانحۂ کربلا کے بعد دمشق آنا ضرور ثابت ہے۔ لہٰذا دمشق میں آپکا مدفون ہونا مصر کی بہ نسبت زیادہ قرینِ قیاس ہے، اگرچہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے آپ اور دوسرے اہلِ بیت کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس بھیج دیا تھا جس کے جواب میں حضرت زینبؓ اور حضرت سکینہؓ نے اپنے کچھ زیور یزید کے پاس بھیجے لیکن یزید نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا، وہ کسی دُنیوی لالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے حقِ قرابت کی بنا پر کیا[2] واللہ سبحانہ اعلم۔

عراق کے اہلِ بیت کے مزارات کی طرح حضرت زینب کا یہ مزار بھی بڑی شاندار عمارت

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۴۶۵ ج ۸ والاصابۃ ص ۳۱۵ ج ۴ [2] اعلام النساء ص ۹۸ ج ۲

میں واقع ہے جس کے مناروں وغیرہ کا طرزِ تعمیر عراقی مزارات سے ملتا جلتا ہے۔ ہم قبر پر حاضر ہوئے تو وہاں شیعہ زائرین کی مرثیہ خوانی، نوحہ گری اور ماتم کا ایک شور و شیون برپا تھا، کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، مزار کے قریب تک پہنچنا بھی مشکل تھا، اور سب سے بڑی مشکل یہ کہ مزار میں داخل ہوتے ہی سلام پڑھوانے والے معلموں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آیا جو قدم قدم پر اپنی خدمات (باجرت) پیش کرتے تھے، اُن سے معذرت کرنا ایک مستقل کام تھا جو واپسی تک مسلسل جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ حضراتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ارواح پر اپنی ابدی رحمتیں نازل فرمائے، اُن کی محبت کے دعوے داروں کی طرف سے وفات کے بعد بھی اُن کی ارواحِ قدسیہ کو تکلیف پہنچانے کا سلسلہ جاری ہے، اور نہ جانے کب تک جاری رہے گا؟

الباب الصغیر کے قبرستان میں:

یہاں سے عنایت صاحب ہمیں دمشق کے قدیم قبرستان میں لے گئے جو "الباب الصغیر" کا قبرستان کہلاتا ہے، اور جس میں بیشمار صحابہؓ، تابعین اور بزرگانِ دین کے مزارات ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا تو وہ اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے، یہاں بہت سے حضرات شہید ہوئے تو انہیں یہیں پر دفن کیا گیا، بعد میں اسی جگہ کو عام قبرستان بنا لیا گیا۔ اس جگہ کا نام پہلے "باب توما" تھا، بعد میں اسے "الباب الصغیر" یا "ظاہر دمشق" کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔[۱]

جن صحابۂ کرامؓ کے مزارات اس قبرستان میں بیان کئے جاتے ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے، لیکن جن حضرات کے مزارات پر سلام عرض کرنے کی توفیق ہوئی، اُن کا مختصر تذکرہ مناسب ہوگا۔

حضرت بلال حبشیؓ:

سب سے پہلے ہم اُس مزار پر حاضر ہوئے جو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

حضرت بلال حبشیؓ اور اسلام کیلئے اُن کی خدمات سے کون مسلمان ناواقف ہے؟ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی آتے ہی عقیدت و محبت کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس نہ کرتا ہو۔ مکہ مکرمہ میں اسلام سے پہلے انہوں نے غلامی کی زندگی گذاری، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ اُن چند صحابۂ کرامؓ میں سے تھے جو آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ یہاں تک کہ اُس دور میں جب حضرت عمرو بن عبسہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف حاصل کرنے کیلئے آپؐ سے پوچھا کہ: "توحید کے اس پیغام میں آپؐ کا ساتھی اور کون ہے؟" تو آپؐ نے جواب دیا: "حر و عبد"[۲] یعنی "ایک آزاد شخص ہے اور ایک غلام" آزاد شخص سے مراد حضرت صدیق

---

۱ تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۲۶۴ ج ۱ ۲ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب اسلام عمرو بن عبسہؓ

اکبرؓ تھے، اور غلام سے مراد حضرت بلالؓ۔

اسلام لانے پر ان کے آقا نے ان پر جو ظلم و ستم توڑے، اس کے واقعات مشہور ہیں، انہیں چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹایا جاتا اور لات و عزیٰ کو معبود ماننے پر مجبور کیا جاتا، لیکن ان کے منہ سے "احد، احد" کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ بالآخر حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔

اُس کے بعد سے حضرت بلالؓ سفر و حضر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اور آپؐ کے باقاعدہ مؤذن قرار پائے۔ ان کی فضیلت کے لئے ایک ہی حدیث کافی ہے جس میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز کے بعد حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ: "مجھے اپنا وہ عمل بتاؤ جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ امید افزا ہو، کیونکہ میں نے آج رات جنت میں تمہارے پاؤں کی آہٹ اپنے سامنے سُنی"۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ "میں رات دن میں کسی بھی وقت جب کبھی وضو کرتا ہوں تو اپنے پروردگار کیلئے جتنی توفیق ہوتی ہے نماز ضرور پڑھتا ہوں"۔ [1]

پھر وہ وقت بھی آیا کہ اُسی مکہ مکرمہ میں جہاں حضرت بلالؓ کو کلمۂ طیبہ پڑھنے کی خاطر اذیتیں دی جاتی تھیں، جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھکر اذان دیں، چنانچہ آپؓ نے پہلی بار مکہ مکرمہ میں کعبے کی چھت سے اذان دی [2]

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ سے مدینہ طیبہ میں نہ رہا گیا، اور وہ جہاد کیلئے شام آکر مقیم ہوگئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت ہی میں شام آگئے تھے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں روک لیا تھا، پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام آئے۔

ایک روایت میں ہے کہ شام کے قیام کے دوران حضرت بلالؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، دیکھا کہ آپؐ ان سے فرما رہے ہیں: "بلال! ایسی بھی کیا بے مروتی؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم مجھ سے آکر ملو؟" یہ بیدار ہوئے تو غمگین تھے، فوراً سواری منگائی، اور مدینہ طیبہ کیلئے روانہ ہوگئے، روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے، وہاں روتے رہے، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما وہاں تشریف لے آئے، حضرت بلالؓ نے انہیں گلے سے لگالیا، حضرات حسنینؓ نے ان سے فرمائش کی کہ "ہمارا آپ کی اذان سُننے کو دل چاہتا ہے"۔ حضرت بلالؓ نے چھت پر کھڑے ہوکر اذان دینی شروع کی، ابھی "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تھا کہ مدینہ گونج اٹھا، "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" کہا تو کہرام مچ گیا، اور جب "اشہد ان محمد الرسول اللہ" کہا تو پردہ نشین خواتین تک بے تابی کے عالم میں گھروں سے نکل آئیں، اور کہنے لگیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث ہوگئے"۔ کہتے ہیں کہ لوگ اُس دن سے زیادہ کسی اور دن مدینہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۶۷ ج ۳/۱ ۔

طیبہ میں روتے نہیں دیکھے گئے۔[1]

یہ روایت سنداً کمزور ہے، اس کے مقابلے میں وہ روایت زیادہ مضبوط ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ شام میں پیش آیا، یعنی جب حضرت عمرؓ شام تشریف لیگئے تو انہوں نے حضرت بلالؓ سے اذان کی فرمائش کی، اور جب انہوں نے اذان دی تو لوگ رونے لگے، اور اُس دن سے زیادہ کبھی اور دن روتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔[2]

حضرت بلالؓ کی سیرت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے انتظار سے عبارت تھا۔ چنانچہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بیخودی کے عالم میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غداً نلقی الأحبۃ — محمداً وحزبہ

کل ہماری محبوب شخصیتوں سے ملاقات ہوگی، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ سے

موت کی شدت دیکھ کر آپ کی اہلیہ نے کہا:

"واویلاہ" (ہائے افسوس!)

لیکن حضرت بلالؓ نے فرمایا:

"وافرحاہ" (واہ رے خوشی!)[3]

حضرت بلالؓ کا مزار شام میں تین جگہ بیان کیا جاتا ہے، ایک یہاں، دوسرے داریا نامی قصبے میں، تیسرے حلب میں۔ لیکن زیادہ تر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ آپ الباب الصغیر کے اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کے وقت دل کی عجیب کیفیت تھی، حضرت بلالؓ کی رشکِ ملائک زندگی کے واقعات یاد آ رہے تھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ عرب کے وہ قریشی سردار جو پورے جزیرۂ عرب میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، اور جن کے سامنے عرب کے باعزت خاندانوں کی گردنیں جھکی رہتی تھیں، وہ تو اسلام سے روگردانی کر کے ذلت و گمنامی کے غار میں جا گرے، آج کوئی احترام کے ساتھ اُن کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتا، اور حبشہ کے یہ باشندے جن کی زندگی غلامی میں بسر ہو رہی تھی، اور جنہیں کوئی گلے لگانے کیلئے تیار نہ تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچکر زندۂ جاوید ہو گئے۔ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ نے ایک عربی شعر میں اسی مفہوم کو ادا کیا ہے ؎

---

[1] اُسد الغابہ ص ۲۴۴ و ۲۴۵ ج ۱، [2] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۳۵۷ ج ۱

[3] ایضاً ص ۳۵۹ ج ۱۔

فذاك أبوجهل ، أخو الذلّ والعمیٰ
وإن بلالاً فاق أحرارہ حمیرا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کو اللہ تعالیٰ نے جو مقامِ بلند عطا فرمایا، اُس کے تصور سے اقبال مرحوم کے یہ اشعار ذہن میں گونجنے لگے جو انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے بڑی محبت سے کہے ہیں ؎

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے — کسی کے عشق میں تُو نے مزے ستم کے لئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری — شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — ترے لئے تو یہ صحرا ہی طُور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید — خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی — نماز اس کے نظارے کا اِک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

اقبال نے ایک اور نظم میں سکندرِ رُومی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا موازنہ کیا ہے ؎

لکھا ہے ایک مغربیٔ حق شناس نے — اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہِ سکندرِ رُومی تھا ایشیا — گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے — دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے، خام تھا
دُنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو — حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال رضی اللہ عنہ، وہ حبشی زادۂ حقیر — فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال رضی اللہ عنہ — محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط — کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز — صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے؟
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

حضرت ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کے بالکل قریب ایک قبر پر "حضرت عبداللہ ابن اُمِّ مکتومؓ" کے اسمِ گرامی کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے مؤذن تھے جو عہدِ رسالتؐ میں اکثر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے باشندے تھے، اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں زاد بھائی۔ بچپن ہی میں آنکھیں جاتی رہی تھیں، اور نابینا ہو گئے تھے۔ پھر جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی مدینہ طیبہ میں جاکر مقیم ہو گئے تھے۔ قرآنِ کریم کی دو آیتیں آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

سورۂ نساء کی آیت ۹۵ شروع میں اس طرح تھی:

لا یستوی القاعدون من المهاجرین
والمجاهدون فی سبیل الله ؕ

مہاجرین میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھے ہوئے ہوں (یعنی جہاد نہ کریں) وہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت کے نزول پر حضرت ابن مکتومؓ کو تشویش ہوئی کہ وہ اپنی آنکھوں کے عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہیں لے سکتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بینائی کا عذر بیان کیا۔ اس پر اسی آیت کا یہ ٹکڑا نازل ہوا:

غیر اُولی الضرر [۱]

سوائے ان لوگوں کے جو

اسی طرح سورۂ "عبس" کی ابتدائی آیات بھی آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے سرداروں کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ کوئی مسئلہ پوچھنے کیلئے آئے، اور نابینا ہونے کی بنا پر یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کے پاس کون لوگ بیٹھے ہیں، اس لئے بار بار آپؐ کو مخاطب کر کے سوال کرنے لگے، آپؐ نے (یہ سمجھ کر کہ ان سے بے تکلفی ہے) ان سے رخ پھیر لیا، اور اس شخص کو تبلیغ کرنے میں مصروف رہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:۔

---

[۱] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۴۵۹۳ و ۴۵۹۴ -

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ
یَزَّكّٰٓی ○ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی○
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی○ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ○ وَاَمَّا مَنْ
جَآءَكَ یَسْعٰی ○ وَهُوَ یَخْشٰی ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ○

چیں بہ جبیں ہوئے، اور منہ موڑ لیا، اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر کہ شاید وہ (آپ کے جواب سے) پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا، اور نصیحت اس کیلئے نفع بخش ہوتی۔ جو شخص استغناء کا معاملہ کرتا ہے، اس کی تو آپ فکر میں پڑتے ہیں، اور وہ شخص جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے، اور وہ (اللہ سے) ڈرتا بھی ہے، اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں۔

ان آیات میں "نابینا" سے مراد حضرت ابن ام مکتوم رضی ہی ہیں، اور ان کی فضیلت کیلئے یہی کیا کم ہے کہ قرآن کریم نے ان کی خشیتِ الٰہی کی گواہی دی ہے۔

مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد وغیرہ کیلئے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اکثر حضرت ابن ام مکتوم رضی ہی کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنا کر تشریف لے جاتے تھے، چنانچہ آپ نے تیرہ مرتبہ آپ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔[۱]

اگرچہ قرآن کریم نے آپ کو جہاد کی فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیدیا تھا، لیکن جہاد کا شوق اس قدر تھا کہ بہت سی لڑائیوں میں شامل ہوتے، اور امیر لشکر سے یہ مطالبہ فرماتے کہ جھنڈا میرے سپرد کردو، کیونکہ میں نابینا ہونے کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتا۔[۲] چنانچہ حضرت عمر رضی کے زمانے میں ایران کے ساتھ شہرۂ آفاق جنگِ قادسیہ میں آپ بھی شامل ہوئے، آپ نے ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور سینے پر زرہ پہنی ہوئی تھی۔[۳]

جنگِ قادسیہ کے بعد آپ کے حالات معلوم نہیں ہیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ قادسیہ ہی میں شہید ہوگئے تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے مدینہ منورہ واپس آگئے تھے، اور مدینہ طیبہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔[۴]

کتابوں میں آپ کے شام آنے کا تذکرہ مجھے تلاش کے باوجود نہیں ملا، اس لئے یہ پتہ نہیں لگتا کہ دمشق کے اس قبرستان میں آپ کیسے مدفون ہوسکتے ہیں؟ اور اس قبر کی نسبت آپ کی طرف درست ہے یا نہیں؟۔

---

[۱] الاصابہ ص ۵۱۶ و ۵۱۷ ج ۲۔ [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۴
[۳] ایضاً ص ۱۵۵ ج ۴۔ [۴] الاصابہ ص ۵۱۶ ج ۲ و سیر اعلام النبلاء ص ۳۶۵ ج ۱۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

اسی قبرستان میں ذرا سا چل کر ایک اور مزار ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ام المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی آرام گاہ ہے۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ تھا، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے نکاح کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ یہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، حضرت ابو سفیانؓ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے، لیکن اس سے پہلے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے، اور جنگِ بدر میں ابو جہل وغیرہ کے قتل ہو جانے کے بعد کفارِ مکہ کی سرداری انہی کے حصے میں آئی تھی، اور اسی لحاظ سے وہ غزوہ احد اور غزوہ خندق وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مدِ مقابل تھے۔

حضرت ام حبیبہؓ انہی ابو سفیان کی بیٹی تھیں، اور ابو سفیان نے ان کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے کر دیا تھا۔ ابو سفیان کے گھر میں دن رات مسلمانوں کی مخالفت کے چرچے ہوتے تھے، لیکن یہ اسلام کی حقانیت کی دلکشی تھی کہ ایسے دشمن گھرانے میں ابو سفیان کی یہ بیٹی اور داماد دونوں مسلمان ہو گئے۔ اُس وقت اسلام قبول کرنا انواع واقسام کے مصائب وآلام کو دعوت دینے کے مرادف تھا، اور ایسے گھرانے میں اسلام لانا تو اور زیادہ سنگین جرم تھا جہاں دن رات مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندیاں ہوتی تھیں۔

چنانچہ حضرت ام حبیبہؓ اور ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش دونوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا فیصلہ کیا، مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اس وقت ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھی، یہ دونوں میاں بیوی بھی حبشہ جا کر مقیم ہو گئے۔ وہیں پر ان دونوں کی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئیں جن کی نسبت سے آپ کو ام حبیبہؓ کہا جاتا ہے۔

ایک رات حضرت ام حبیبہؓ سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ اُن کے شوہر عبید اللہ بن جحش کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا ہے، یہ گھبرا کر اٹھیں، اور دل میں سوچنے لگیں کہ شاید عبید اللہ کی حالت میں کوئی بُرا تغیر آنے والا ہے۔ شوہر سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ: "میں نے تمام مذاہب پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عیسائی مذہب سے بہتر کوئی مذہب نہیں، چنانچہ میں عیسائی ہو گیا ہوں۔"

اندازہ کیجئے کہ یہ الفاظ سُن کر حضرت ام حبیبہؓ کو کیسا دھکا لگا ہوگا؟ انہوں نے جلدی سے عبید اللہ کو اپنا خواب سُنا کر ارتداد سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن ہدایت اس کے مقدر میں نہ تھی، اُس نے خواب کی بات کو بے پروائی سے ٹلا دیا، اور شراب نوشی میں مشغول ہو گیا، اور اسی ارتداد کی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بیچارگی اور کس مپرسی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، وہ اسلام کی خاطر اپنے باپ بھائیوں اور پورے خاندان سے کٹ چکی تھیں، انہوں نے اپنے وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا تھا، لے دے کر ایک شوہر اس پردیس میں مونس وغمخوار ہو سکتا تھا، لیکن وہ مرتد بھی ہو گیا اور چند

دن میں اس کا انتقال بھی ہوگیا۔ اب یہ اس دیارِ غربت میں تن تنہا رہ گئی تھیں۔

اس کس مپرسی کی حالت میں ایک رات سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی پکارنے والا انہیں "ام المؤمنین" کہکر پکار رہا ہے، اس خواب کی تعبیر انہوں نے یہ لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح فرمائیں گے۔

ابھی اس خواب کو دیکھے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی ایک کنیز (جس کا نام ابرھہ تھا) بادشاہ کا ایک پیغام لیکر آئی ہے، کنیز نے کہا کہ "مجھے بادشاہ نے بھیجا ہے، اور کہا ہے کہ میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا ہے جس میں آپؐ نے مجھے یہ خدمت سونپی ہے کہ میں آپ سے ان کے نکاح کا انتظام کردوں۔ لہٰذا آپ کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنادیں، تاکہ وہ آپ کی طرف سے نکاح کرسکے۔"

حضرت ام حبیبہؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئیں، اور اس خوشی میں جو زیور پہنے ہوئی تھیں، وہ سب اُتار کر کنیز کو دیدیا، اور حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کے پاس پیغام بھیجکر انہیں اپنا وکیل مقرر فرمادیا۔ نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور دوسرے مسلمانوں کو جمع کیا، اور خطبہ دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار مقرر کرکے اُسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالہ کردیا، حضرت خالد بن سعیدؓ نے وکیل کی حیثیت سے نکاح کو قبول کیا۔ نکاح کے بعد جب سب لوگ اٹھکر جانے لگے تو نجاشی نے کہا کہ: "ذرا ٹھہریئے! انبیاء کرام کی سنّت یہ ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی کرتے ہیں"، چنانچہ کھانا منگوایا گیا، اس کے بعد سب رُخصت ہوئے۔

حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے مہر کے طور پر جو چار سو دینار دیئے گئے تھے، میں نے ان میں سے پچاس دینار ابرھہ کنیز کو مزید انعام کے طور پر دینے چاہے، لیکن اس کنیز نے کہا کہ مجھے بادشاہ نے آپ سے کچھ لینے سے منع کردیا ہے، اور جو زیور آپ نے دیئے تھے، وہ بھی آپ کو واپس کرنے کی تاکید کی ہے، اس کے بدلے انہوں نے مجھے از خود بہت انعام دیدیا ہے۔

نجاشی (رضی اللہ عنہ) نے اس کے بعد حضرت ام حبیبہؓ کی خدمت میں بہت سے تحفے بھیجے جن میں شاہی خوشبوئیں بھی شامل تھیں، اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو مدینہ طیبہ بھیجنے کا بندوبست فرمایا۔ جب حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ جانے لگیں تو ابرھہ کنیز نے آکر آپ سے کہا کہ "میں بھی مسلمان ہوچکی ہوں، اور میری طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کردیجئے گا"۔ حضرت ام حبیبہؓ نے سلام پہنچانے کا وعدہ کیا، اور رُخصت ہوگئیں، مدینہ طیبہ پہنچکر انہوں نے حسبِ وعدہ ابرھہ کا سلام حضورؐ کو پہنچایا۔ آپؐ نے سارا واقعہ سُنکر تبسم فرمایا، اور ابرھہ کو دُعائیں دیں۔ [۱]

---

[۱] واقعے کی یہ تفصیل امام ابن سعدؒ نے واقدی کے حوالے سے بیان کی ہے (طبقات ابن سعد
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اُمِ حبیبہؓ اس واقعے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اور ام المؤمنین بن چکی تھیں، دوسری طرف اِن کے والد ابو سفیان بدستور مسلمانوں کے سب سے بڑے مدِّ مقابل بنے ہوئے تھے[1] صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جنگ بندی کا جو معاہدہ ہوا تھا، خود کفارِ مکہ نے اس کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ دیا، صلح ختم ہوگئی، اور ابو سفیان کو اندازہ ہوا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں، اس لئے وہ جنگ بندی کی مدت میں توسیع کی تجویز لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجویز مُسترد فرمادی۔

اس موقع پر انہیں خیال ہوا کہ اپنی بیٹی (حضرت اُم حبیبہؓ) کے پاس جاکر اُن سے سفارش کروائیں، دُنیا کے عام قاعدے کے مطابق اُن کی یہ توقع بیجا بھی نہیں تھی کہ بیٹی اپنے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ضرور سفارش کریں گی۔ چنانچہ ابو سفیان حضرت اُمِ حبیبہؓ کے پاس پہنچے، ابتدائی ملاقات کے بعد جب وہ بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمِ حبیبہؓ نے جلدی سے آگے بڑھ کر بستر تہہ کر دیا۔ ابو سفیان نے پوچھا:

"یہ بستر میرے لائق نہیں ہے، یا مَیں اس بستر کے لائق نہیں ہوں؟"

حضرت اُمِ حبیبہؓ نے جواب دیا: "یہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بستر ہے، اور آپ ابھی تک کفر و شرک کی نجاست میں مُبتلا ہیں"۔

ابو سفیان اپنی بیٹی کا یہ جواب سُنکر تلملا گئے، اور بولے: "تمہارے اندر مجھ سے جُدا ہونے کے بعد کِتنا تغیّر آگیا؟"

یہ تھیں حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تیس چالیس سال زندہ رہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی تھے، اسی لئے ان کا لقب "خالُ المؤمنین" (مسلمانوں کے ماموں) مشہور ہوگیا تھا۔ جب وہ خلیفہ بنے تو حضرت اُمِ حبیبہؓ ان سے مُلاقات کیلئے دمشق تشریف لائیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے بہت سے فقہی مسائل اُن سے حاصل کئے، اور متعدد احادیث اُن سے روایت فرمائیں۔ اتنی بات تو تاریخ سے ثابت ہے۔ پھر بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ دمشق ہی میں مقیم ہوگئی تھیں، یہیں آپ کا انتقال

(بقیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) ص ۹۷ و ۹۸ ج ۸) ۔ لیکن اتنی بات سنن ابو داؤد وغیرہ میں بھی مروی ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ سے آپؐ کا نکاح حبشہ میں ہوا، نجاشی کی معرفت ہوا، اور چار سو دینار مہر مقرر ہوا۔ امہات المؤمنینؓ میں سب سے زیادہ مہر آپ ہی کا تھا۔ [1] ان کو اطلاع ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیٹی سے نکاح فرمالیا ہے، تو سخت دُشمنی کے باوجود انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو جملہ کہا، وہ یہ تھا کہ "محمدؐ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کا پیغام رَد نہیں کیا جاسکتا"۔

ہوا، اور "الباب الصغیر" میں تدفین ہوئی۔ حافظ ابن عساکرؒ نے "الباب الصغیر" کی قبروں میں آپ کی قبر کا بھی ذکر فرمایا ہے[1] لیکن حافظ ذھبیؒ نے اس کی سختی سے تردید کی ہے، اور فرمایا ہے کہ آپ کی قبر دمشق میں نہیں، مدینہ منورہ میں ہے[2]۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

حضرت اسماء بنت یزیدؓ:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو مزار منسوب ہے، اسی کے قریب ایک اور قبر پر لکھا ہے کہ یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، اس سے عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا مزار ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے ہمیں یہی بتایا۔ احقر کو یہ بات اس لئے درست معلوم نہیں ہوتی تھی کہ حضرت ام سلمہؓ کا مزار مدینہ منورہ میں بتایا جاتا ہے، اور حضرت ام سلمہؓ کے دمشق میں مدفون ہونے کے کوئی معنی اس لئے نظر نہیں آتے کہ اُن کا دمشق آنا ہی کہیں تواریخ میں مذکور نہیں۔ بعد میں حافظ شمس الدین ذھبیؒ کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں نظر سے گذرا کہ دمشق کے الباب الصغیر میں جو خاتون "ام سلمہ" کے نام سے مدفون ہیں، وہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نہیں، بلکہ ایک انصاری صحابیہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا ہیں[3]، ان کی کنیت بھی چونکہ ام سلمہ تھی، اس لئے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا حضرت معاذ بن جبلؓ کی چچازاد بہن ہیں، یہ بڑے پائے کی مقرر بھی تھیں، اس لئے ان کا لقب "خطیبۃ النساء" مشہور ہو گیا تھا۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں روم کی فوجوں سے یرموک کے مقام پر جو فیصلہ کن معرکہ ہوا، اُس میں یہ دوسری مسلم خواتین کے ساتھ شریک تھیں۔ یہ خواتین اپنے زخمی رشتہ داروں کی مرہم پٹی وغیرہ کیلئے جایا کرتی تھیں، اور جنگ کے سخت موقع پر مسلمانوں کی ہمت بھی بڑھایا کرتی تھیں، لیکن غزوۂ یرموک کے موقع پر ایسے گھمسان کی جنگ ہوئی کہ خواتین کو اپنے دفاع کیلئے دست بدست لڑائی میں بھی حصہ لینا پڑا۔ اس موقع پر حضرت اسماء بنت یزیدؓ نے اپنے خیمے کے ستون سے نو رومی فوجیوں کو ٹھکانے لگایا تھا[4] رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ:

یہیں پر "اسماء" نام کی ایک اور خاتون کا مزار ہے، یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ یہ بھی

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۲۶۴ ج ۱۔ [2] سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۰ ج ۲۔

[3] سیر اعلام النبلاء للذھبیؒ ص ۲۲۰ ج ۲ ترجمہ "ام حبیبہؓ"۔

[4] الاصابہ ص ۲۲۹ ج ۴۔

مشہور صحابیہ ہیں، ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی ماں شریک بہن ہیں، اور بالکل ابتدا میں اسلام لے آئی تھیں ان کا نکاح حضرت جعفر طیارؓ سے ہوگیا تھا، چنانچہ جب حضرت جعفر طیارؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ ان کے ساتھ تھیں، ۷ھ میں اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ سے واپس مدینہ طیبہ آئیں، حضرت جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے جس کا واقعہ پیچھے گذر چکا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئیں تو ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کے یہاں ولادت ہوئی، اور محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، اس کے باوجود انہوں نے احرام باندھکر حج کا سفر جاری رکھا۔ حضرت فاطمہؓ کے مرض وفات میں حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے یہی ان کی تیمارداری فرماتی تھیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد یہ حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں، اور ان سے دو صاحبزادے یحیٰی اور عون پیدا ہوئے۔ ایک مرتبہ ان کے دو بیٹوں محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے درمیان بحث ہوگئی۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ میرے والد (صدیق اکبرؓ) افضل ہیں، اور محمد بن جعفر نے کہا کہ میرے والد (یعنی جعفر طیارؓ)، حضرت علیؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کہ "تم فیصلہ کرو"، حضرت اسماءؓ نے جواب دیا: "میں نے عرب کا کوئی جوان جعفرؓ سے بہتر نہیں دیکھا، اور کوئی ادھیڑ شخص ابو بکرؓ سے بہتر نہیں پایا"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "تم نے ہمارے لئے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں، لیکن تم نے جو جواب دیا ہے اگر تم اس کے سوا کچھ اور جواب دیتیں تو میں ناراض ہو جاتا"۔ اس پر حضرت اسماءؓ نے فرمایا: "کہ یہ تین حضرات جن میں آپ سب سے کمتر ہیں، سبھی اچھے لوگ ہیں۔

(باقی آئندہ)

طبقات ابن سعد ص ۲۸۵ ج ۸ و سیر أعلام النبلاء ص ۲۸۷ ج ۲۔

لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت

سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے اخراجات برداشت کئے اور اُن کو ادب سکھلایا اور رحم وشفقت کا برتاؤ کیا یہانتک کہ وہ اُس کے خرچ سے بے نیاز ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت واجب فرمادیں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اگر دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں جن کی پرورش کی ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا "اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے"۔ راوی کہتے ہیں کہ اگر ایک لڑکی کے بارے میں سوال کیا جاتا تو آپ ایک کے لئے بھی یہی فضیلت بتاتے۔ (مشکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی پر خرچ کرو، جو طلاق کی وجہ یا بیوہ ہوکر تمہارے پاس (شوہر کے گھر سے) واپس آگئی کہ تمہارے علاوہ کوئی اس کے لئے کمائی کرنے والا نہیں ہے۔

DADABHOY SILK MILLS LTD
City Office, Jehangir Kothari Building, M. A. Jinnah Road Karachi-0127
Regd. Office & Mills: E/I, S. I. T. E. Karachi-1603
Postal Address: G. P. O. Box 354 Karachi-0127 Pakistan

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اللہ تعالیٰ نے (موحد اور مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے (غلام) جسمیں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضدا ضدی (بھی) ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے (تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہوسکتی) ہے (اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں، پہلا شخص تکلیف میں ہے کہ ہمیشہ متحیر رہتا ہے کہ کس کا کہنا مانوں۔ دوسرا آرام میں ہے کہ ایک ہی شخص سے تعلق ہے۔ پس پہلی مثال مشرک کی ہے کہ ہمیشہ ڈانوا ڈول رہتا ہے۔ کبھی غیر اللہ کی طرف دوڑتا ہے، کبھی خدا کی طرف پھر غیر اللہ میں بھی ایک پر اطمینان نہیں ہوتا۔ کبھی کسی کی طرف رجوع کرتا ہے کبھی کسی کی طرف اس سوال کا جواب کفار بھی اس کے سوا نہیں دے سکتے کہ غلام مشترک بڑی مصیبت میں رہتا ہے اس لئے ان پر حجت تمام ہوگئی۔ اس اتمام حجت پر فرمایا الحمدللہ حق ثابت ہوگیا۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ قبول نہیں کرتے۔ بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر لوگ سمجھتے بھی نہیں (کیونکہ سمجھنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔ آگے فیصلہ قیامت کا ذکر ہے جو آخری فیصلہ ہوگا۔ جس سے کوئی بھاگ نہیں سکے گا اور فیصلہ قیامت سے پہلے موت کی خبر دیتے ہیں۔ کیونکہ موت ہی مقدمہ اور طریقہ ہے آخرت تک پہنچنے کا اس لئے فرمایا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ اگر دنیا میں کسی عقلی اور نقلی فیصلہ کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کیجئے، کیونکہ دنیا سے) آپ کو بھی مرجانا ہے اور ان کو بھی مرجانا ہے، پھر قیامت کے روز تم (دونوں فریق اپنے اپنے) مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کروگے (اس وقت عملی فیصلہ ہوجاوے

گا جس کے ظہور کا بیان آگے آتا ہے فَمَنۡ اَظۡلَمُ) سو (اس مخاصمت اور عدالت میں مقدمات پیش ہونے کے وقت فیصلہ یہ ہوگا کہ باطل پرستوں کو عذاب جہنم ہوگا اور حق پرستوں کو اجر عظیم ملے گا اور ظاہر ہے کہ) اس شخص سے زیادہ بے انصاف (اور ناحق پرست) کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (یعنی خدا تعالیٰ کے متعلق یہ کہے کہ اس کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہیں) اور سچی بات کو (یعنی قرآن) کو جبکہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعہ) پہنچی جھٹلادے (تو ایسے شخص کا بڑا ظالم ہونا بھی ظاہر ہے اور ظلم کا مستحق ہونا بڑے عذاب کا بھی ظاہر ہے اور بڑا عذاب جہنم کا ہے تو) کیا (قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا (یہ فیصلہ تو باطل پرستوں کا ہوا) اور (برخلاف ان کے) جو لوگ سچی بات لے کر خدا کی طرف سے یا رسول کی طرف سے لوگوں کے پاس) آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا (یعنی یہ لوگ صادق بھی ہیں اور مصدق بھی جیسا کہ پہلے لوگ کاذب بھی تھے اور مکذب بھی) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا کہ) وہ جو کچھ چاہیں گے اُن کے لئے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیکوکاروں کا (اور یہ صلہ ان کے لئے اس واسطے تجویز کیا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے بُرے عملوں کو دُور کرے اور نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے۔

معارف ومسائل

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ۔ لفظ میّت بتشدید الیاء اُس کو کہتے ہیں جو زمانہ مستقبل میں مرنے والا ہو اور میت بسکون الیاء اُس کو کہتے ہیں جو مر چکا ہو۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور آپ کے دشمن اور احباب بھی سب مرنے والے ہیں۔ مقصد اس کے بیان کرنے سے سب کو فکر آخرت کی طرف متوجہ کرنا اور عمل آخرت میں لگنے کی ترغیب دینا ہے اور ضمناً یہ بھی بتلا دینا ہے کہ افضل الخلائق اور سید الرسل ہونے کے باوجود موت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستثنیٰ نہیں۔ تاکہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں میں اس پر اختلاف پیدا نہ ہو۔ (از قرطبی)

محشر کی عدالت میں مظلوم کا حق ظالم سے وصول کرنے کی صورت

ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ اِنّکم میں مومن وکافر اور مسلمان ظالم ومظلوم سب داخل ہیں یہ سب اپنے اپنے مقدمات اپنے رب کی عدالت میں پیش کریں گے اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے وہ کافر ہو یا مومن، اور صورت اس ادائیگی حقوق کی وہ ہوگی جو صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہیئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر حلال ہو جائے۔ کیونکہ آخرت میں درہم و دینار تو ہوں گے نہیں۔ اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال اُس سے لیکر مظلوم کو دیدیئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کی سیئات اور گناہوں کو اس سے لیکر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن

صحابۂ کرام سے سوال کیا کہ آپ جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہم تو مفلس اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی نقد رقم ہو نہ ضروریات کا سامان۔ آپ نے فرمایا کہ اصلی اور حقیقی مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ لیکر آئے گا۔ مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی۔ کسی پر تہمت باندھی۔ کسی کا ناجائز طور پر کھا گیا۔ کسی کو قتل کرایا۔ کسی کو مار پیٹ سے ستایا تو یہ سب مظلوم اللہ کے سامنے اپنے مظالم کا مطالبہ کریں گے اور اس کی حسنات ان میں تقسیم کر دی جائیں گی پھر جب حسنات ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حقوق ابھی باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جاویں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جاوے گا (تو یہ شخص سب کچھ سامان ہونے کے باوجود قیامت میں مفلس رہ گیا یہی اصلی مفلس ہے)

اور طبرانی نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا وہ مرد اور اس کی بیوی کا ہوگا اور بخدا وہاں زبان نہیں بولے گی۔ بلکہ عورت کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ اپنے شوہر پر کیا کیا عیب لگایا کرتی تھی اور اسی طرح مرد کے ہاتھ پاؤں اس پر گواہی دیں گے کہ وہ کس طرح اپنی بیوی کو تکلیف وایذا پہونچاتا تھا۔ اس کے بعد ہر آدمی کے سامنے اس کے نوکر چاکر لائے جائیں گے۔ ان کی شکایات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر عام بازار کے لوگ جن سے اس کے معاملات رہے تھے وہ پیش ہوں گے اگر اس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا ہے تو اس کا حق دلوایا جائے گا۔

سارے اعمال مظالم اور حقوق کے بدلے میں دیدیئے جاویں گے۔ مگر ایمان نہیں دیا جائے گا

تفسیر مظہری میں مذکورہ سب روایات حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مظلوموں کے حقوق میں ظالم کے اعمال دیدینے کا جو ذکر آیا ہے اُس سے مراد ایمان کے علاوہ دوسرے اعمال ہیں، کیونکہ جتنے مظالم ہیں وہ سب عملی گناہ ہیں، کفر نہیں ہیں اور عملی گناہوں کی سزا محدود ہوگی بخلاف ایمان کے وہ ایک غیر محدود عمل ہے۔ اس کی جزا بھی غیر محدود یعنی ہمیشہ جنت میں رہنا ہے اگرچہ وہ گناہوں کی سزا بھگتنے اور کچھ عرصہ جہنم میں رہنے کے بعد ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ظالم کے اعمال صالحہ علاوہ ایمان کے سب مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے۔ صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جائے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی جس کے نتیجہ میں یہ گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد پھر بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور پھر یہ حال اس کا دائمی ہوگا صاحب تفسیر مظہری نے فرمایا کہ امام بیہقی نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

کَذَّبَ بِالصِّدْقِ اور الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ میں صدق سے مراد وہ تعلیمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ خواہ قرآن کے علاوہ دوسری تعلیمات احادیث اور صدق بہ میں سب مومنین داخل ہیں جو اس کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

مشروبات کی دُنیا میں

حرفِ اوّل بھی اور حرفِ آخر بھی

رُوح افزا کی بے پناہ مقبولیت اور مانگ سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے
اس سے ملتے جلتے مشروبات بنانے کی کوشش کی مگر اس کی خوشبو، ذائقے اور تاثیر کی کوئی نقل نہ کر سکا۔
یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پچھلے ۸۰ سال سے اب تک
اس نوعیت کے جتنے مشروبات بنائے گئے وہ رُوح افزا ہی کی بنیاد پر بنے اور آئندہ بھی
جتنے مشروبات تیار ہوں گے وہ بھی رُوح افزا ہی کو پیشِ نظر رکھ کر تیار کئے جائیں گے
لیکن رُوح افزا کے معیار کو پہنچنا ممکن نہیں۔

مشروبِ مشرق **رُوح افزا**

رُوح پاکستان - رُوح افزا
راحت جان - رُوح افزا

ادارہ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو - پاکستان کی تعمیر کرو

ADARTS-HMD-4/87

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

اور شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر تصویر کا شرعی حکم

(۳)

(۵) عن أنس رضی الله عنه، قال: كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها، فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم: أميطی عنّی، فإنه لاتزال تصاويره تعرض لی فی صلاتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ تھا، جس سے انہوں نے گھر کے ایک حصّے کو چھپا رکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس پردے کو مجھ سے دُور کردو، اس لئے کہ اس کی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہیں / ہوتی رہیں گی۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب کراهیة الصلاة فی التصاویر)

آئندہ اس فیصلے میں اس روایت کو روایت نمبر ۵ کہا جائیگا۔

(۶) عن نافع، عن القاسم، عن عائشة رضی الله عنها أنها اشترت نمرقة فيها التصاوير، فقام النبی صلی الله علیه وسلم بالباب، فلم يدخل، فقلت: أتوب إلى الله مما أذنبت، قال: ماهذه النمرقه؟ قلت: لتجلس عليها و لتوسدها، قال: إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم، وإن الملائكة لاتدخل بيتا فيه الصور۔

نافع قاسمؒ سے، اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا، جس میں تصویریں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اسے دیکھ کر) دروازے پر کھڑے ہو گئے، اور اندر داخل نہ ہوئے، میں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہ سے توبہ کرتی ہوں، آپؐ نے پوچھا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹھنے اور تکیہ لگانے کے لئے ہے، آپؐ نے فرمایا کہ ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائیگا کہ "جو چیز تم نے پیدا کی ہے، اسے زندہ کرو، اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔

(صحیح بخاری، باب من کرہ القعود علی الصور، وصحیح مسلم ص ۲۰۱ ج ۲)

پھر یہی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ:

فاخذته ، فجعلته مرفقتين ، فكان يرتفق بهما في البيت

چنانچہ میں نے اس کو لیکر اس کے دو تکیے بنالئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں ان پر گھر میں آرام فرماتے تھے۔

(صحیح مسلم ص ۲۰۱، ج ۲)

آئندہ اس فیصلے میں اس روایت کو روایت نمبر ۶ کہا جائیگا۔

(۲۵) چونکہ ان روایات کے درمیان تھوڑے تھوڑے جزوی اختلافات ہیں، اس لئے گیلانی صاحب نے ان روایات کو الگ الگ واقعات قرار دیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصویر کی ممانعت زہد و تقویٰ کی بنا پر تھی، کسی عام شرعی حکم کے تحت نہیں تھی، ورنہ حضرت عائشہؓ ایک مرتبہ ممانعت سننے کے بعد بار بار تصویر اشیاء استعمال نہ فرماتیں۔

۲۶۔ لیکن فاضل ایڈوکیٹ کی یہ دلیل اس لئے قابل تسلیم نظر نہیں آتی کہ اگر بالفرض تصویر کی ممانعت زہد و تقویٰ ہی کی بنیاد پر تھی، تب بھی حضرت عائشہؓ پر بات واضح ہو چکی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے کم از کم ناپسند فرماتے ہیں، بلکہ اس کو ہٹائے بغیر گھر میں تشریف لانے کے لئے تیار نہیں، اس لئے اگر یہ واقعات بار بار ہوئے ہیں تو وہ سوال پھر لوٹ آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک ایسی چیز کو گھر پر رکھنے پر کیسے اصرار فرمایا جس کے بارے میں آپؐ کی ناپسندیدگی ظاہر ہو چکی تھی، حضرت عائشہؓ کے جذبۂ اطاعت کی جو کیفیت ان کی پوری زندگی سے واضح ہوتی ہے اسکے پیش نظر یہ ممکن نظر نہیں آتا، حرام و حلال کی بحث سے قطع نظر جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ناپسند ہی فرمایا ہو، اسے بار بار گھر میں لاکر رکھنے کا اقدام کریں۔

۲۷۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا تمام روایات کی سند اور متن پر غور کرنے سے بھی اس بات کی تائید نہیں ہوتی کہ یہ واقعات بار بار پیش آئے ہیں، مذکورہ بالا چھ روایات میں سے پہلی پانچ روایتیں پردہ لٹکانے کا واقعہ ذکر کرتی ہیں، ان روایات میں یہ بات مشترک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک پردہ لٹکایا تھا، اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہٹوادیا، نیز روایت نمبر ۱ و ۲ و ۴ میں یہ صراحت ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر سے واپس آنے پر پیش آیا، اور روایت نمبر ۲ اور ۳ میں یہ تصریح ہے کہ اس پردہ پر ایک پرندے کی تصویر بنی ہوئی تھی، روایت نمبر ۱ اور ۴ میں یہ بات مشترک ہے کہ اس پردے کو کاٹ کر اس کے تکیے بنالئے تھے، اور روایت نمبر ۱ و ۴ و ۵ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ پردہ گھر کے کسی دروازے پر ڈالا گیا تھا، اس تمام مجموعے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بہت بعید از قیاس ہے کہ یہ روایتیں مختلف واقعات سے متعلق ہیں، اور یہ واقعہ چار یا پانچ مرتبہ پیش آیا ہے، اس کے بجائے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام روایتیں ایک ہی واقعے کی مختلف تعبیریں (Versions) ہیں، اور ان کے درمیان جزوی اختلافات روایت کے اختلاف ہیں۔

۲۸۔ اب چھٹی روایت کو لیجئے، اس روایت میں پردہ لٹکانے کے بجائے واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک باتصویر گدا خریدا تھا، پردے کے بجائے گدے کے لفظ کی وجہ سے بظاہر یہ واقعہ پردے کے واقعے سے مختلف معلوم ہوتا ہے، لیکن اس روایت کی سند اور اس کے سیاق و سباق سے اس خیال کی بھی تائید نہیں ہوتی، تھوڑی دیر کے لئے "پردے" اور "گدے" کے الفاظ سے قطع نظر کرلیں تو یہ چھٹی روایت اپنی سند اور متن دونوں کے لحاظ سے روایت نمبر ۱ ہی کی دوسری تعبیر معلوم ہوتی ہے، پہلی روایت میں بھی یہ مذکور تھا کہ آپؐ نے گھر میں داخل ہو کر اسے دیکھا، اور اس پر اعتراض فرمایا، اور اس چھٹی روایت میں بھی یہی مذکور ہے، پہلی روایت میں بھی یہی مذکور ہے کہ آپؐ نے اعتراض کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو شدید ترین عذاب ہوگا ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں" اور اس چھٹی روایت میں بھی آپؐ کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے کہ "ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا"، پہلی روایت میں بھی یہ بیان ہوا ہے کہ بعد میں حضرت عائشہؓ نے اس کو کاٹ کر اس کے دو تکیے بنالئے، اور اس چھٹی روایت میں بھی یہی مذکور ہے، دونوں روایتوں میں معنوی فرق "پردے" اور "گدے" کا ہے، اور بس۔

۲۹۔ پھر علم حدیث کے نقطۂ نظر سے بھی یہ چھٹی روایت اور پہلی روایت دونوں ایک ہی حدیث ہیں، کیونکہ دونوں کی راوی حضرت عائشہؓ ہیں، اور دونوں روایتوں میں حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے ان کے بھتیجے قاسم بن محمدؒ ہیں، لہٰذا قاسم بن محمدؒ تک دونوں روایتوں کی سند ایک ہے، اس کے بعد یہ اختلاف پیدا ہوا ہے کہ قاسم بن محمدؒ کے حوالے سے ان کے صاحبزادے عبدالرحمن بن قاسمؒ نے "پردے" کا لفظ استعمال کیا ہے، اور نافع نے "گدے" کا۔

۳۰۔ صورتِ حال دراصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ واقعہ قاسم بن محمدؒ سے بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے، اور ہر راوی نے اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ جو باتصویر چیز حضرت عائشہؓ اپنے گھر میں لائی تھیں، اس کے لئے مختلف راویوں نے مختلف الفاظ استعمال کئے ہیں، عبدالرحمن بن قاسمؒ نے عربی میں "قرام" کہا ہے، (روایت نمبر ۱) محمد بن مصعب نے "درنوک" کا لفظ استعمال کیا ہے، (مسند احمد ص ۸۵ ج ۶) بکیر نے "ستر" کہا ہے، (مسند احمد ص ۱۰۳ ج ۶) سفیان نے "نمط" کا لفظ استعمال کیا ہے، (مسند احمد ص ۲۱۴ ج ۶) ان چاروں الفاظ کے مفہوم میں تھوڑا تھوڑا فرق ضرور ہے، لیکن

بحیثیت مجموعی یہ الفاظ "پردے" کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ اور حجاج نے اس کیلئے "ثوب" کا لفظ استعمال کیا ہے (مسند احمد ص ۲،۷ ج ۶) جس کے معنی "کپڑے" کے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نافع نے اس کپڑے یا پردے کے لئے ان تمام الفاظ کے بجائے ایک چھٹا لفظ "غرقہ" استعمال کر لیا ہے، جس کے مشہور معنی گدے یا تکیے کے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہؓ اور قاسم بن محمدؒ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے "پردے" کے لئے جو لفظ استعمال کیا، وہ عربی زبان میں "پردے"، اور "بچھونے" دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے، مذکورہ بالا الفاظ میں سے "قرام"، "درنوک" اور "نمط" تینوں کا معاملہ یہی ہے، چنانچہ عربی لغت کے مستند ترین عالم علامہ ابن منظور لفظ "قرام" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو الستر الرقيق ...... وقيل: القرام ثوب من صوف غليظ جدا الفرش في الهودج۔

"قرام" باریک پردے کو کہتے ہیں، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ایک موٹا اونی کپڑا ہوتا ہے جسے (اونٹ کے) ہودج میں بچھاتے ہیں۔

(لسان العرب ص ۴۷۴ ج ۱۲ مادہ "قرم")

اور لفظ "نمط" کی شرح میں لکھتے ہیں:

ظهارة فراش ما ...... ضرب من البسط له خمل رقيق،

کسی بستر کا اوپر والا حصہ ...... بچھانے والی چادروں کی ایک قسم جس میں ہلکے جھالر ہوتے ہیں۔

(لسان العرب ص ۴۱۷ ج ۷)

اور لفظ "درنوک" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الدرنوك: ضرب من الثياب أو البسط له خمل قصير ...... والدرنيك تكون ستورا وفروشا،

درنوک ایک قسم کا کپڑا یا بچھونا ہے جس میں چھوٹے چھوٹے جھالر ہوتے ہیں ......
...... اور یہ کپڑے پردوں کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور بچھونے کے طور پر بھی۔

(لسان العرب ص ۴۲۳ و ۴۲۴ ج ۱۰ مادہ "درک")

اور علامہ خطابی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

هو ثوب غليظ له خمل إذا فرش فهو بساط وإذا علق فهو ستر،

یہ ایک موٹا جھالردار کپڑا ہے، جسے بچھا کر استعمال کیا جائے تو وہ بچھونا بن جاتا ہے، اور لٹکا کر استعمال کیا جائے تو پردہ۔

(فتح الباری ص ۳۲۵ ج ۱۰ باب ما وطئ من التصاویر)

۳۱۔ اس سے واضح ہے کہ یہ تینوں الفاظ "پردے" اور بچھائے جانے والی چادر یا گدّے دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے جو پردہ لٹکایا تھا وہ کسی ایسے ہی کپڑے کا تھا جو بچھانے کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا، اس لئے انہوں نے اور قاسم بن محمدؒ نے اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے جو دونوں معنوں کو شامل ہوں، لیکن نافع نے ان کی روایات کا مفہوم نقل کرتے ہوئے ان دونوں میں سے صرف دوسرے معنی کو پیش نظر رکھا، اور "نمرقہ" کا لفظ استعمال کر لیا، جس کے معنی گدّے اور تکیے کے آتے ہیں، اور یہ لفظ نافع کے سوا کسی بھی راوی نے استعمال نہیں کیا۔ اس تجزیہ کے بعد اس میں کوئی شبہ نظر نہیں آتا کہ "پردے" اور "گدّے" کے واقعات الگ الگ نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے، جس کے مرکزی راوی قاسم بن محمدؒ ہیں، ان کے تمام شاگرد اس واقعے میں "پردے" کا ذکر کرتے ہیں، لیکن نافع نے قاسم بن محمدؒ کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کرتے ہوئے "نمرقہ" کا لفظ مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر استعمال کر لیا ہے، چنانچہ علامہ ابن اثیر جزریؒ جیسے محدث نے بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ان تمام روایات کو ایک واقعہ اور ایک ہی حدیث قرار دیکر اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول ص ۷۹۵، ۷۹۶ ج ۴، حدیث نمبر ۲۹۵۵)

۳۲۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ واقعہ بار بار نہیں، بلکہ ایک ہی مرتبہ پیش آیا ہے، اور پیراگراف نمبر ۲۳ میں ہم نے جو چھ روایات ذکر کی ہیں، وہ تمام تر ایک ہی واقعے سے متعلق ہیں، اور ان کے درمیان جزوی اختلافات دراصل واقعے کے نہیں، بلکہ روایت کے اختلافات ہیں، اب ان اختلافات پر بھی ایک نظر ڈالنا بہتر ہوگا۔

۳۳۔ ان روایات میں پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ روایت نمبر ۱ و ۴ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ پردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھینچکر ہٹا دیا یا کاٹ دیا، اور روایت نمبر ۲ و ۳، ۵ میں مذکور ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس کے ہٹانے کا حکم دیا، اور روایت نمبر ۶ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ــــ لیکن یہ بہت معمولی اختلاف ہے، اس قسم کے معمولی اختلافات کی بنا پر نہ اصل واقعے کی صحت مجروح ہوتی ہے، اور نہ اس کی بنیاد پر یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں، بلکہ دونوں باتوں میں تطبیق بھی ممکن ہے، کہ آپؐ نے پہلے حضرت عائشہؓ کو اتارنے کیلئے فرمایا ہو، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس حکم پر عمل کرتیں، آپؐ نے خود آگے بڑھ کر اتار دیا ہو۔

۳۴۔ دوسرا اختلاف جو اصل اہمیت رکھتا ہے، اس مسئلے میں ہے کہ اس باتصویر کپڑے کو دیکھ کر آپؐ نے کیا بات ارشاد فرمائی؟ روایت نمبر ۱ و ۶ میں ہے کہ آپؐ نے اسے دیکھ کر تصویر کے بارے میں سخت وعید ارشاد فرمائی، اور مصوروں کے عذاب کا ذکر فرمایا، روایت نمبر ۲ میں صرف اتنا مذکور ہے کہ اسے اتارنے کا حکم دیا، وجہ کوئی مذکور نہیں، روایت نمبر ۳ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں جب اندر داخل ہوتا ہوں / ہونگا تو مجھے دنیا یاد آجاتی ہے / یاد آجائیگی، روایت نمبر ۴ میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو لباس پہنائیں" اور روایت نمبر ۵ میں ہے کہ "اس کی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہیں / ہونگی۔

۳۵۔ بظاہر یہ اختلاف خاصا اہم نظر آتا ہے، لیکن احادیث اور روایت کے اسلوب میں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ بعض اوقات کسی خاص موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زائد باتیں ارشاد فرماتے ہیں، لیکن کوئی ایک راوی اس گفتگو کا صرف ایک حصہ روایت کرتا ہے، اور دوسرا راوی دوسرا حصہ، اور تیسرا راوی تیسرا حصہ، اس کی وجہ بعض اوقات یہ بھی ہوتی ہے کہ راوی جس ماحول میں وہ واقعہ بیان کر رہا ہوتا ہے، اس میں صرف وہ حصہ ہی متعلق ([illegible]) ہوتا ہے، اس لئے وہ صرف اتنا حصہ بیان کرتا ہے، لہٰذا اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ اسے دوسرے حصہ کا علم ہی نہیں تھا، اور اس طرح تمام راویوں کی روایات سامنے رکھ کر پوری گفتگو کا نقشہ سامنے آتا ہے، مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع پورا کا پورا کسی ایک راوی سے مروی نہیں، بلکہ مختلف راویوں نے اس کے مختلف حصے روایت کئے ہیں، اور ان سب کو سامنے رکھ کر یہ خطبہ مرتب کیا گیا ہے ۔۔۔ اسی طرح زیر بحث واقعے میں تمام روایات کو سامنے رکھ کر جو صورتِ حال سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے پردہ لٹکانے پر جو اعتراض فرمایا، اس کے دو سبب تھے، ایک یہ کہ اس پردے پر تصویر تھی، اور جاندار اشیاء کی تصویر کو آپؐ بارہا ناجائز اور موجبِ عذاب قرار دے چکے تھے، چنانچہ آپؐ نے اس موقع پر انہی ارشادات کا اعادہ فرمایا، جیسا کہ روایت نمبر ۱ و ۶ میں بیان کیا گیا ہے، اور اعتراض کا دوسرا سبب یہ تھا کہ تصویر کے مسئلے سے قطع نظر آپؐ کو دیوار پر پردہ لٹکانا اس لحاظ سے بھی ناپسند تھا کہ اس سے تعیش کی بو آتی تھی، چنانچہ آپؐ نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کے ایک منقش پردے کو دیکھ کر، جس میں تصویریں بھی نہ تھیں، یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :

مالنا وللدنیا ؟ مالنا وللرقم ؟
ہمیں دُنیا سے کیا غرض ؟ ہمیں نقش و نگار سے کیا کام ؟
(صحیح بخاری کتاب الھبۃ، باب ھدیۃ ما یکرہ لبسہ، و ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۱۴۹)

اس زمانے میں چونکہ یہ طریقہ آخرت سے بے فکر عیش پسند لوگوں کا تھا، اور اس سے ذہن آخرت کے امور سے ہٹ کر مادی زیب و زینت کی طرف بھٹکتا تھا، اس لئے آپؐ نے تصویر کا حکم بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اس سے دُنیا یاد آتی ہے / یاد آئیگی"، "یا" پتھروں اور مٹی کو لباس پہنانے کا حکم نہیں"، "یا" اس کی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوں گی"، چنانچہ علی الترتیب روایت نمبر ۳ روایت نمبر ۴، روایت نمبر ۵ میں آپؐ کی گفتگو کا صرف یہ حصہ نقل کر دیا گیا ہے، یہ وہی صورتِ حال ہے جس کو محدثین ایک مشہور فقرے (maxim) "ذکر کل ما لم یذکرہ الآخر" (ایک راوی وہ بات ذکر کرتا ہے جو دوسرا ذکر نہیں کرتا) سے تعبیر کرتے ہیں، لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ آپؐ نے تصویر کو محض زہد اور تقوی اور سادگی و قناعت کی بنا پر ناپسند فرمایا تھا، بلکہ روایت نمبر ۱ اور روایت نمبر ۶ کے یہ الفاظ صراحۃً اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ :

" قیامت کے دن جن لوگوں کو شدید ترین عذاب ہوگا ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں۔"

(روایت نمبر ۱)

" ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا ، ان سے کہا جائیگا کہ جو چیز تم نے پیدا کی ہے اسے زندہ کرو۔ الخ۔"

(روایت نمبر ۶)

ان الفاظ کے بارے میں ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ محض زہد و تقویٰ کے نقطۂ نظر سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اور ان کا مقصد تصویر کو ناجائز قرار دینا نہیں ہے۔

(جاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :
" جو شخص جہاد کے لئے گھر سے جدا ہوگیا ، پھر وہ مرگیا یا قتل کیا گیا یا اس کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا ، یا کسی زہریلے جانور نے کاٹ کھایا یا اپنے بستر پر مرگیا ، وہ شہید ہے اور اس کیلئے جنت ہے۔"
(ابوداؤد)

احمد لیس ورکس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

ہیڈ آفس :
۱۰۴۔ آدم جی داؤد روڈ۔ کراچی
ٹیلیفون: ۲۳۵۲۴۴ ، ۲۳۴۷۰۵

برانچ :
۲۔ ماشاء اللہ بلاک شاہ عالم مارکیٹ لاہور
ٹیلیفون : ۲۵۳۵۵۹

TELEX : 25394 RBL PK
CABLE : LACE FABRIC

دونوں جہاں کی کامیابی اور اصلاحِ نفس کی جامع دعا

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ

ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی
(بحوالہ مناجات مقبول منزل ثالث)

ترجمہ: اے زندہ حقیقی اور اے سنبھالنے والے تمام جہانوں کے! آپ کی بارگاہ رحمت میں فریاد پیش کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے میری ہر حالت کی اصلاح کر دیجئے اور ایک لمحہ کو بھی آپ مجھ کو میرے نفس دشمن کے سپرد نہ کیجئے۔

تشریح:

(الف) اس دعا میں مؤمن کی روح مدعی ہے اور نفس مدعا علیہ ہے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ رحمت عدالت ہے۔

(ب) یاحی یاقیوم اسم اعظم ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) جس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

(ج) یہ دعا مشائخ اور بزرگانِ دین طالبین کی اصلاح حال کے لئے بتایا کرتے ہیں۔

(د) حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت اس دعا کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور لفظ استغیث کو اس طرح دردِ دل سے ادا کرتے کہ گویا اللہ تعالٰی کو دیکھ رہے ہیں۔

(مجلس اشاعۃ الحق گلشن اقبال ۱۲ کراچی)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ سیکنڈ کا عجیب جامع وعظ

آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیوں پر نظر رکھئے۔ ۹ سیکنڈ میں وعظ نبوت ختم ہوگا، لیکن تمام عبادات حسن معاشرت اور اخلاقیات کی اصلاح کا جامع وعظ ہوگا۔ غور سے گھڑی دیکھئے۔ جب الفاظ نبوت شروع ہوں اس وقت سے وقت کا شمار کیجئے، ٹھیک نو سیکنڈ میں یہ وعظ مکمل ہوجائے گا:-

اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْہُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ۔

(صرف نو سیکنڈ میں ختم ہوگیا)

ترجمہ: جب نماز پڑھو تو اسے اپنی آخری نماز سمجھ کر پڑھو اور کوئی کلام ایسا مت کر وجس سے ندامت ہو اور معذرت کرنا پڑے اور لوگوں کے مال و متاع سے مستغنی ہوجاؤ۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو نصیحت (وعظ) فرمائیے اور مختصر فرمائیے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جملوں میں وعظ فرمادیا۔

① اذا قمت فی صلوتک فصل صلوۃ مُوَدِّعٍ

ترجمہ: جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس نماز کو آخری نماز سمجھ کر خوب احسن ادا کرو۔

مُوَدِّعٍ کی دال مشدد ہے اور اس پر کسرہ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ای اِجْعَلْ صلوتک

اٰخِرَ صَلوٰتِكَ فَرضًا فَحَسِّنْ خَاتِمَةَ عَمَلِكَ وَاقْصِرْ طُولَ اَمَلِكَ لِاِحْتِمَالِ قُرْبِ اَجَلِكَ۔

ترجمہ: اپنی نماز کو آخری نماز فرض کرو اور اپنے عمل کے خاتمہ کو حسین کر لو اور اپنے طول امل کو مختصر کرو اس سبب سے کہ نہ معلوم کب موت آجائے۔

شرح صلوٰۃ مودع ای مُوَدِّعٍ لِمَا سِوَی اللّٰہِ بِالْاِسْتِغْرَاقِ فِی مُنَاجَاۃِ مَوْلَاہُ۔

ترجمہ:۔ اپنے مولیٰ کی مناجات کے لئے ماسوا اللہ کا تارک ہوجا حضرت علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں۔

ای فاقبل علی اللہ بشراشرك ودع غیرك لمناجاۃ ربك۔ یعنی حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور غیر کے دھیان سے دل کو ہٹالو اپنے رب کی طرف مناجات کے لئے۔

شرح ولا تکلم بکلام تعذر منه غدًا ای یوم القیٰمۃ وھو المعنیٰ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

ترجمہ: ایسا کلام مت کرو کہ کل قیامت کے دن تم کو ندامت ہو اور آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی اور غیر مفید بات کو چھوڑ دے، یعنی ہر بات کو پہلے سوچو پھر بولو۔ آج کل بعض لوگ پہلے بولتے ہیں پھر سوچتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کوئی شعر کہا تو کسی نے کہا اس کے اندر تو کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو شاعر نے کہا کہ آپ نے اتنی جلدی کیوں کی، ابھی تو ہم نے مطلب ڈالا ہی نہ تھا، میں پہلے شعر کہہ دیتا ہوں مطلب بعد میں ڈالا کرتا ہوں۔ اسی طرح بعض لوگ بدون سوچے بول جاتے ہیں۔ اور پھر پریشان ہوتے ہیں۔

شرح اَجمِعِ الایاس مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی امیدوں کو قطع کردو۔ اور ترک طمع کردو۔

شرح مما فی ایدی النّاس ای قناعۃً بالکفایۃ المقدرۃ بالقسمۃ المحررۃ المقررۃ۔ (مرقاۃ ص ۳۹۱ ج ۹)

ترجمہ: یعنی قناعت کرنا اور کافی سمجھنا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے مقدر اور تقسیم فرمائی ہے اپنی تحریر ازلی کے مطابق، اور اسی کا نام غناء قلبی ہے یعنی لوگوں کے ہاتھوں میں جو مال و دولت ہے اپنے قلب کو اس سے مستغنی کر لینا چاہئے اور اپنے مولیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد میں تمام عبادات کی اصلاح ہے یعنی جو نیک عمل کرے اس کو اپنا آخری عمل سمجھے اس سے وہ عمل بہتر طریقہ سے ادا کیا جائے گا۔ پس تمام عبادات پر اسی کو قیاس کر لیا جائے کہ شاید موت کے سبب دوبارہ ہمیں اس عمل کا موقع نہ ملے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوسرے ارشاد میں تمام معاملات اور معاشرت کی اصلاح ہے کہ لین دین اور وعدہ اور ہر کلام میں احتیاط کا اہتمام کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایذا نہ پہنچے، اور خود کو ندامت نہ ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے ارشاد میں اخلاقیات کی اصلاح ہے کہ جب اپنے قلب

کو لوگوں کے مال و متاع سے مستغنی کرے تو طمع، تملق اور دین فروشی اور حرص مال سے محفوظ ہو جائے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مختصر وقت میں بھی وعظ سے عظیم الشان نفع پہنچ سکتا ہے جیسے سخت سردی کی حالت میں ایک پیالی گرم چائے مزاج کو بدل دیتی ہے اور ایک سو چار ڈگری بخار کو ایک انجکشن اتار دیتا ہے جو چند سیکنڈ میں لگایا جاتا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کا اخلاص سے مختصر سا وعظ قلب کا کایا پلٹ دیتا ہے اور نفس کرگس ذرا دیر میں شاہباز بن جاتا ہے۔

حکایت، میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بمبئی کے ایک بڑے جلسہ میں قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہونی تھی۔ اچانک ان کو ۱۰۴ ڈگری کا بخار چڑھ گیا۔ جلسہ کے مہتمم صاحب نہایت پریشانی کی حالت میں ایک امریکن ڈاکٹر سے رجوع ہوئے اور اس کو بہت بڑی فیس دینے کی لالچ دی اور کہا کہ میری عزت کا معاملہ ہے۔ ایسا انجکشن لگا دیجئے کہ قاری صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو جائے اور ان کی تقریر ہو جائے لہٰذا ڈاکٹر نے ایسا انجکشن لگایا جس سے بخار بھی اتر گیا اور قاری صاحب کی تقریر بھی ہو گئی۔ لہٰذا جب جسمانی بیماریوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی دوائیں پیدا کی ہیں تو روحانی بیماریوں کے لئے چند سیکنڈ کے وعظ سے نفع ہو جانا کیا مشکل ہے۔ بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے مواعظ میں تو عجیب ہی اثر ہوتا ہے ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے

پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

اور اہل اللہ کے وعظ میں بھی کہ یہ وارثین نبوت ہیں، بہت اثر ہوتا ہے اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں۔

یک زمانے صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اہل اللہ کی صحبت تھوڑی دیر کی سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے، کیونکہ بدون ان کی صحبتوں کے اخلاص کی دولت نہیں ملتی۔

NOC NO. MP/DCB (D) 1126/ADV.785/86/DATE 25.8.86

اور اب الاحمد پرائیوٹ لمیٹڈ پیش کرتے ہیں
انتہائی سستے دو کمروں کے مکانات کی اسکیم

گلستان احمد

سرجانی ٹاؤن سیکٹر نمبر 10 کے ڈی اے اسکیم 41 ملحق نارتھ کراچی

بکنگ صرف -/3000 روپے
کل قیمت صرف -/12900 روپے
علاوہ قرضہ

وقت مقررہ پر قبضہ کی ضمانت

- 2 بیڈ رومز۔ صحن علیحدہ غسلخانہ و ٹوائیلٹ
- 64 مربع گز۔ قرضہ کی سہولت
- انتہائی آسان اقساط۔ بجلی، پانی اور گیس اور دیگر ضروریات سے آراستہ

بیرونی ممالک میں رہنے والے حضرات بکنگ کیلئے ڈرافٹ بنام الاحمد (پرائیوٹ) لمیٹڈ کراچی ارسال فرمائیں۔

مزید تفصیلات و بکنگ کیلئے صدر دفتر رجوع فرمائیں۔
صبح ۹ بجے تا شام ۷ بجے

الاحمد (پرائیوٹ) لمیٹڈ
(بلڈرز اینڈ ڈویلپرز)
۱۔ الاحمد مینشن بلاک ۱۳۔ بی گلشن اقبال کراچی ۴۷
فون: 461566-462557

METRO MEDIA

موسم گرما کا ٹھنڈا مشروب

تسکین قلب
شربت

مشروب ملت

ہریانہ دواخانہ
قمر شاہ کراچی فون 294561

مولانا زاہد الراشدی (خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ)
سیکرٹری اطلاعات جمعیت علماء اسلام پاکستان

امریکی امداد کی عجیب و غریب شرائط

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد جب استعماری قوتوں کے قویٰ مضمحل ہونے لگے اور نوآبادیاتی مقبوضات پران کی گرفت قائم رہنے کے امکانات کم ہوگئے تو ان غلام ملکوں کے رہنے والے عوام کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے آثار پیدا ہوگئے کہ وہ آزاد قوم کی حیثیت سے آزاد فضا میں سانس لے سکیں اور استعماری قوتوں کے مقبوضہ ممالک یکے بعد دیگرے آزاد ہونے لگے لیکن سامراجی طاقتوں نے نوآبادیاتی مقبوضات پر تسلط سے مکمل طور پر دستبردار ہونے کی بجائے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ یہ ممالک اور اقوام بظاہر آزاد ہو جائیں مگر ان کی اقتصادی سیاسی اور فوجی پالیسیوں پر سامراجی آقاؤں کی چھاپ اور کنٹرول بدستور قائم رہے چنانچہ آزاد ہونے والے بیشتر ممالک ظاہری غلامی سے نجات حاصل کرنے کے باوجود اپنی پالیسیوں کے لحاظ سے "ریموٹ کنٹرول غلامی" کا شکار ہوگئے اور آج تیسری دنیا اور عالم اسلام کے بیشتر ممالک کا حال یہ ہے کہ آزاد اور خود مختار ریاستیں کہلانے کے باوجود وہ۔

- دفاعی خود مختاری اور خود کفالت کے تصور تک سے ناآشنا ہیں۔
- کسی نہ کسی عالمی استعماری قوت کے زیر اثر رہنے پر مجبور ہیں۔
- اقتصادی امداد کے خوشنما عنوان کے تحت ان کی معاشی پالیسیاں امداد دینے والی عالمی طاقتوں کے مفادات کے دائرہ میں محصور ہیں۔
- ٹیکنالوجی اور توانائی کے اعلیٰ ترین وسائل ان کے لئے شجر ممنوعہ ہیں۔

کم و بیش یہی حال پاکستان کا بھی ہے پاکستان جو برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی اکائی کا ایک

حصہ تھا ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے نتیجہ میں وجود میں آیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے عالمی نقشہ پر اُبھرا پاکستان نے آزادی برٹش استعمار سے حاصل کی تھی لیکن اس وقت تک برطانوی استعمار عالمی جنگوں کے نتیجہ میں سمٹ سمٹا کر جزائر برطانیہ تک محصور ہو چکا تھا اور اس کے لئے ممکن نہیں رہا تھا کہ وہ پوری دنیا میں مغرب کے سیاسی اور اقتصادی مفادات کے تحفظ کے لئے کوئی رول ادا کر سکے اس لئے وہ اپنی یہ ذمہ داریاں تازہ دم اور توانا امریکی استعمار کے سپرد کر کے عالمی کردار سے ریٹائر ہو گیا۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد طے شدہ منصوبہ کے مطابق پاکستان کی وزارت خارجہ کے نازک منصب پر چودھری ظفر اللہ خان جیسے شخص کو لایا گیا جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مخلص پیروکار کی حیثیت سے اور اپنے ذاتی کردار کے لحاظ سے بھی برطانوی استعمار کا مکمل وفادار تھا اور صحیح بات یہ ہے کہ اس نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کو برطانوی استعمار کے جانشین امریکی استعمار کے مفادات کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے جس محنت لگن اور خلوص سے کام کیا ہے نتائج و ثمرات کو دیکھتے ہوئے اس کی داد نہ دینا ناانصافی کی بات ہو گی۔

جس وقت پاکستان کی خارجہ پالیسی تشکیل کے ابتدائی مراحل میں تھی دوسری جنگ عظیم کے بعد ہونے والی نئی عالمی صف بندی کے نتیجہ میں امریکہ اور روس نئی عالمی قوتوں کی حیثیت سے ایک دوسرے کے سامنے آ چکے تھے اس وقت پاکستان کی نظریاتی اساس، جنوبی ایشیا کے مخصوص حالات اور عالم اسلام کے مجموعی مفادات کا تقاضہ تھا کہ پاکستان عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ان دونوں عالمی طاقتوں کی کشمکش اور باہمی محاذ آرائی میں فریق بننے کی بجائے مکمل طور پر غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی اختیار کر کے عالم اسلام کو متحد کرنے اور ملت اسلامیہ کو ایک مضبوط نظریاتی قوت کے طور پر سامنے لانے کی حکمت عملی اختیار کرتا لیکن ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ نے اس نوتشکیل شدہ ملک کو خارجہ پالیسی کا جو بنیادی ڈھانچہ مہیا کیا اس نے پاکستان کو بہت جلد امریکی لابی کے ایک وفادار ملک کی حیثیت دے دی اور بالآخر اسے سیٹو اور سنٹو کے معاہدات میں باقاعدہ شریک ہو کر اپنی اس جانبدارانہ حیثیت کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس خارجہ پالیسی کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ پاکستان کی سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں پر بھی امریکی چھاپ گہری ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس حد تک ہوا کہ قومی اسمبلی جیسے ذمہ دار ادارے کے ریکارڈ میں ایک اہم ملکی شخصیت کے یہ ریمارکس آج بھی کسی تردید کے بغیر موجود ہیں کہ پاکستان میں حکومت کی کوئی تبدیلی امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتی۔

یہ بات اب کسی دلیل کی محتاج نہیں رہی کہ پاکستان کے سیاسی مستقبل کو امریکہ کی دو بڑی پارٹیوں ری پبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی کے درمیان اقتدار اور طاقت کے توازن کے پیمانے میں ماپا جاتا ہے اور اقتدار کی سیاست کرنے والے بڑے سے بڑے پاکستانی سیاستدان کو بھی اپنی قسمت کا حال امریکی وزارت خارجہ کے جنوبی ایشیا کے ڈیسک کے حکام سے معلوم کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی اور دفاعی واقتصادی شعبوں پر اس حد تک کنٹرول کے صلہ میں امریکہ کو کیا دیا ہے؟ وہ آزمائش کے دو سنگین مراحل ۱۹۶۵ء کی جنگ اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں امریکہ کے کردار کی صورت میں سب کے سامنے ہے۔

ہماری ان گذارشات کا مقصد یہ تاثر دینا نہیں ہے کہ امریکہ کی بجائے دوسری عالمی طاقت روس کے ساتھ وابستگی کی صورت میں شاید صورت حال کچھ مختلف ہوتی کیونکہ مشرق وسطیٰ اور افغانستان میں روس کا کردار ہم بخوبی دیکھ چکے ہیں کہ وابستہ ممالک کے ساتھ اس کی وفاداری بھی یکطرفہ مفادات تک محدود ہے

اور چونکہ امریکہ اور روس دونوں استعماری قوتیں ہیں اس لئے مفادات کے ٹکراؤ کے باوجود ان کے مزاج ذہنیت اور طریق واردات میں کسی قسم کے فرق اور تفاوت کا تصوّر کرنا قطعی طور پر ایک غیر منطقی بات ہو گی ۔

ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ برصغیر کی تقسیم کے وقت پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا جھگڑا طے شدہ منصوبہ کے مطابق صرف اس لئے کھڑا کیا گیا تھا کہ یہ دونوں ملک اپنے وسائل اور توانائیوں کو ترقی پر خرچ کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی اور نفرت انگیزی کے لئے وقف کئے رکھیں اور عالمی قوتوں کا دست نگر بننے پر مجبور ہو جائیں چنانچہ اقوام متحدہ کی واضح قرار دادوں اور فیصلوں کے باوجود اس مسئلہ کے حل میں عالمی طاقتوں کی عدم دلچسپی ان کی اس خواہش کی آئینہ دار ہے کہ مسئلہ کشمیر کا وجود قائم رہے تاکہ ان دونوں ملکوں کی عالمی قوتوں کے ساتھ وابستگی میں کوئی کمزوری نہ آنے پائے ۔

سابق صدر ایوب خان کے دور میں پاکستان کی سرزمین سے امریکی اڈوں کے خاتمہ پھر اس کے بعد سیٹو سے پاکستان کی علیحدگی اور اب غیر جانبدار تحریک کے ساتھ عملی وابستگی کے ساتھ بظاہر یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ پاکستان شاید مکمل غیر جانبداری کی شاہراہ پر گامزن ہو رہا ہے مگر ایرانی نقلاب کے بعد جنوبی ایشیا میں امریکی مفادات کے مخدوش مستقبل اور افغانستان میں روس کی مسلح مداخلت سے پاکستان کی سالمیت کو درپیش خدشات نے غیر جانبداری کی طرف پاکستان کی خارجہ پالیسی کی پیش رفت کو نہ صرف بریک لگادی ہے بلکہ گاڑی ریورس گیئر میں آچکی ہے اور ایکسیلیٹر پر باہمی مفادات کے پاؤں کا دباؤ بڑھتا جارہا ہے ۔ اس وقت امریکہ پاکستان کی سیاسی ، اقتصادی اور فوجی امداد میں بظاہر خاصی فراخدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور مبینہ طور پر بعض ناگزیر تحفظات اور مصلحتوں کو بھی نظرانداز کر رہا ہے جس کا مقصد شاید یہ ہے کہ پاکستانی عوام کو اس سلسلہ میں گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی کا احساس دلایا جائے پروپیگنڈہ کے عالمی اور قومی محاذ پر اس تاثر کو اجاگر کرنے میں امریکہ اور اس کے حواریوں کو ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے ۔ لیکن صورت حال کا حقائق اور واقعات کی بنیاد پر تجزیہ کیا جائے تو امریکہ کی اس فراخدلی اور پاکستان دوستی کے پس منظر میں باہمی مفادات کے مساویانہ اشتراک یا ایک آزاد اور خود مختار قوم کو اس کی آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کے لئے باوقار طور پر مدد دینے کا جذبہ کارفرما دکھائی نہیں دیتا بلکہ اس ظاہری فراخدلی کی بنیاد بھی اسی مخصوص استعماری ذہنیت اور سامراجی مزاج پر کھڑی نظر آتی ہے جس کا مقصد ضرورت مند ممالک کے گرد اپنے مخصوص استعماری مفادات کے شکنجے کو تنگ سے تنگ تر کرتے چلے جانا ہے ۔

مشروط امداد کا تصور

اس وقت امریکہ کے سینیٹ اور کانگریس میں پاکستان کی فوجی و اقتصادی امداد کے لئے شرائط کا مسئلہ زیر بحث ہے اور امریکی سینیٹ کی سترہ رکنی خارجہ تعلقات کمیٹی کی ایک قرار داد پر امریکہ کے قومی حلقے غور کر رہے ہیں جس میں ان شرائط کا تعین کیا گیا ہے جن کے تحت پاکستان کو اواکس طیارے اور دیگر فوجی و اقتصادی امداد دی جانے والی ہے ۔ قرارداد کے مندرجات اور شرائط پر گفتگو سے پہلے ہم اس اصولی مسئلہ کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر پاکستان کو دی جانے والی امداد شرائط کے ساتھ مشروط کیوں ہے ؟

شرائط خواہ کچھ بھی ہوں جب اس امداد کا تعلق پاکستان کے یکطرفہ مفادات سے نہیں ہے اور جنوبی

ایشیا میں خود امریکی مفادات کا پلڑا اس سودے میں واضح طور پر جھکا ہوا ہے تو پھر یکطرفہ شرائط کا کیا جواز ہے؟

یہ درست ہے کہ افغانستان میں مسلح روسی مداخلت اور فوج کشی اور بھارت کی جنونی قیادت کے پاکستان دشمن عزائم سے پیدا شدہ صورت حال میں پاکستان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جنوبی ایشیا میں امریکی مفادات کا سہارا لیتے ہوئے علاقہ میں دفاعی توازن قائم کرنے کے لئے اس سے امداد حاصل کرے لیکن یہ بات بھی بالکل اسی طرح درست ہے کہ ایران سے رضا شاہ پہلوی کی رخصتی کے بعد جنوبی ایشیا میں اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے امریکہ کے پاس بھی کوئی "گن مین" باقی نہیں اور یہ ایک ایسا خلا ہے جسے پُر کئے بغیر اس خطہ میں اپنی موجودگی کا تسلسل برقرار رکھنا امریکہ کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اس لئے مفادات صرف پاکستان کے نہیں امریکہ کے بھی ہیں اور جب مفادات دوطرفہ ہیں تو باہمی مشترکہ مفادات کے تحفظ کا معاملہ طے کرتے ہوئے یکطرفہ شرائط کی بات نہ صرف اصولوں کے منافی ہے بلکہ اس سے خود امریکہ کے خلوص اور ذہنیت کا بھی بہت آسانی کے ساتھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک پاکستان کی امداد کے لئے امریکہ کی طرف سے لگائی جانے والی شرائط سے جو تاثر ابھرتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ دو آزاد اور خود مختار ملک ایک علاقہ میں باہمی مشترکہ مفادات کی بنیاد پر کوئی آزادانہ معاملہ کر رہے ہیں بلکہ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ایک آقا اپنے نوکر کو کچھ بخششیں دیکر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ پیسے تمہیں اس لئے دے رہا ہوں تاکہ تم فلاں فلاں کام سے باز رہو اور یہ تاثر ایک آزاد اور نظریاتی مملکت کی حیثیت سے پاکستان کے لئے کسی طرح بھی عزت و وقار کا باعث نہیں ہے۔

امریکی سینٹ کی قرارداد

ان گذارشات کے بعد امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کی اس قرارداد پر ایک نظر ڈال لینا بھی مناسب ہوگا جسے پاکستان میں امریکی لابی پاکستان کی بہت بڑی فتح قرار دینے پر مصر ہے اور اسے امریکہ کی پرخلوص پاکستان دوستی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اس قرارداد میں پہلی خبر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے ۲۵ اپریل ۱۹۸۷ء کو۔

امریکی امداد کو جمہوری، انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے ساتھ مشروط کر دیا گیا:

کی شہ سرخی کے ساتھ شائع کیا جس کا متن یہ ہے۔

امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کو چھ سال کے عرصہ کے دوران چار ارب دو کروڑ ڈالر کی امداد کی فراہمی کے سلسلہ میں قرارداد کی آٹھ کے مقابلہ میں گیارہ ووٹوں سے منظوری دے دی ہے وائس آف امریکہ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس قرارداد کے مسودہ میں یہ شرائط بھی شامل ہیں کہ امریکی حکومت کو ہر برس یہ تصدیق کرنا ہوگی کہ پاکستان نہ تو ایٹم بم بنا رہا ہے اور نہ ہی دوسری قوم کو ایٹم بنانے کی تیاری میں کوئی مدد دے رہا ہے وائس آف امریکہ نے مزید بتایا کہ قرارداد کے مسودہ میں امداد کی فراہمی کے ضمن میں پاکستان میں جمہوری عمل کے مسلسل جاری رہنے انسانی حقوق کے احترام اور مذہبی آزادیوں کی شرائط بھی شامل ہیں۔ اب سینٹ اور ایوان نمائندگان میں علیحدہ علیحدہ پاکستان کو امداد کی فراہمی کی قرارداد پر رائے شماری ہوگی اور یہ عمل جون تک مکمل ہو جائے گا۔

جبکہ روزنامہ جنگ کے خصوصی مضمون نگار جناب ارشاد احمد حقانی نے جنگ لاہور کی ۵ مئی ۸۴ء کی اشاعت میں "مشروط امریکی امداد اور پاکستان کا ردعمل" کے عنوان سے اپنے مضمون میں امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کی مذکورہ قرارداد کے کچھ حصّوں کا ترجمہ شامل کیا ہے جو ان کے الفاظ میں یوں ہے کہ

(۱) امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان ارادہ رکھتی ہے کہ پاکستان کے دستور کے مطابق ایسے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر کرائے گی جن میں تمام اہل ووٹروں کو رائے دینے کا حق ہوگا اگر کسی سال ایسا سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے پہلے مذکورہ نوعیت کے انتخابات منعقد کرائے جا چکے ہوں گے تو سرٹیفکیٹ میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

(۲) امریکی صدر یہ سرٹیفکیٹ بھی جاری کریں گے حکومت پاکستان نے "انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالہ کرنے میں نمایاں اور مشہود ترقی کی ہے خاص طور سے شہریوں کو اذیت دینے، غیر متحارب شہریوں پر مسلح حملے کرنے، طویل عرصہ تک من ملنے طور پر لوگوں کو نظر بند رکھنے اور سیاسی بنیادوں پر قید و بند کے احکامات جاری کرنے کا عمل نمایاں طور پر کم کر دیا گیا ہے۔

(۳) حکومت پاکستان نے پرامن اجتماعات کے انعقاد اور تمام شہریوں کے اس حق کا احترام کرنے میں نمایاں ترقی کی ہے کہ وہ سیاسی سرگرمیوں میں آزادانہ حصّہ لے سکیں۔

(۴) اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آرہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں۔

(۵) پیرا ۹۲۷ میں منشیات کی تیاری، فروخت اور استعمال وغیرہ سے متعلق بعض شرائط عائد کی گئی ہیں جبکہ پیرا ۹۲۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر بھارت اپنی جوہری سہولتوں اور ساز و سامان پر جامع تحفظات قبول کر لے تو پاکستان کو ملنے والا استثناء ختم ہو جائے گا ہاں اگر صدر امریکہ تصدیق کر دیں کہ پاکستان نے بھی ویسے ہی تحفظات قبول کر لئے ہیں تو اس کی امداد جاری رہ سکے گی۔

یہ شرائط ہیں جو اس وقت سینٹ کی ۱۹ رکنی خارجہ تعلقات کمیٹی کے منظور کردہ مسودہ میں موجود ہیں ایوان نمائندگان کی ۴۵ رکنی کمیٹی نے بھی کم و بیش انہی خطوط پر اپنی سفارشات تیار کی ہیں دونوں کمیٹیوں کی سفارشات اب مکمل ایوانوں کے سامنے جائیں گی اور توقع یہی ہے کہ اسی شکل میں منظور ہو جائیں گی۔"

یہ ہیں پاکستان کی امداد کے لئے امریکہ کی طرف سے عائد کی جانے والی وہ شرائط جو دو قومی روزناموں جنگ اور نوائے وقت کی ذمہ دارانہ رپورٹنگ کی صورت میں سامنے آئی ہیں ان کے علاوہ امریکہ کی طرف سے دیئے جانے والے اواکس طیاروں کے لئے امریکی عملہ کو قبول کرنے کی شرط بھی عالمی پریس اور قومی اخبارات کے ذریعہ سامنے آئی ہے اور اس پر قومی حلقوں میں بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری ہے۔

(باقی آئندہ)

نصرت علی صدیقی

انتباہ خصوصی
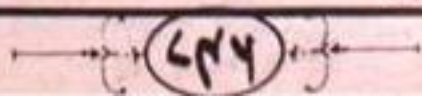
شامت اعمال

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جان مال عزت آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں اور ہر وقت خطرہ کے منہ میں ہیں۔
ملک کے اندرونی خلفشار کی یہ حالت ہے کہ حادثات، سانحات، بموں سے پل اور گاڑیاں تباہ کی جارہی ہیں مکانات کو کاروں کو بسوں کو نذر آتش کیا جارہا ہے۔ مسلمان مسلمان کا جانی دشمن ہورہا ہے اور دوسروں پر ظلم کرنا اپنی کامیابی شمار کررہا ہے۔ سفر غیر محفوظ ہوگئے نیز منزل مقصود پر بحفاظت پہنچنا امر محال ہوگیا ہے۔ دوسرے کو قتل کرنا ہلاک کرنا جلانا ایک معمولی کام ہوگیا ہے۔ حالیہ کراچی کے واقعات میں کیا کچھ نہیں ہوا اپنی ماؤں، بہنوں بیٹی کی بے حرمتی ہورہی ہے۔ سب سے بڑی نحوست اور بربادی ہر قسم کے منشیات کا استعمال ہے۔ جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے اس کی لعنت عام ہوتی جارہی ہے۔

ادھر روس افغانستان اور ہندوستان سارے ملک کو ہڑپ کرنے کی خاطر سرحدوں پر دندنا رہا ہے اور ان دونوں نے اندرون ملک میں اپنے تربیت یافتہ کارندوں کو پھیلا دیا ہے جو اندرونی خلفشار کا زیادہ باعث ہیں۔

ایسے حالات میں بھی ہم مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں، عقلی شعور بیدار نہ ہو، اور صحیح ہوش نہ آئے اور یہ بھی سمجھ میں نہ آئے کہ آخر یہ کیوں ہورہا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر غفلت کیا ہوگی اور یہ سب ہماری شامتِ اعمال ہے۔ ایک کتے کو لاٹھی مارو تو وہ لاٹھی کو نہیں کاٹتا بلکہ اس کو کاٹتا ہے جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے اس کو اتنا شعور ہے کہ لاٹھی جس کے ہاتھ میں ہے وہ مجھے سزا دے رہا ہے۔ مگر واہ رے مسلمان! اس حد تک نوبت پہنچ گئی اب بھی تو بیدار نہیں ہوتا کہ یہ حادثات، سانحات اور ساری خرابیاں کیوں ہیں، ان کی

واحد وجہ ہماری دینی نافرمانیاں، سرکشیاں اور بغاوتیں ہیں جن سے حق تعالےٰ ناراض ہیں اور شامتِ اعمال سے یہ سزائیں دی جا رہی ہیں کہ مسلمان اب بھی بیدار ہو جائے مگر ہم ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔

مسلمانو! اٹھو بہرِ عمل تیار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اب بیدار ہو جاؤ

بے شماری کی اہانت

آج کل سفاکی، بے رحمی، ظلم و تشدد، مار پیٹ، قتل و غارت گری، اغوا کی واردات، چوری، ڈکیتی، دھماکے اور طرح طرح کے مظالم عام ہیں۔ جس کا سبب بے پردگی، عریانی، بے ایمانی، بے حیائی، بے غیرتی، بدعہدی، بدمعاملگی، بد دیانتی، بدعملی، بدفعلی ہے اور زنا کاری ہے جو اپنی انتہا کو پہنچی ہے حتیٰ کہ رشتہ کی نزاکت کا پاس نہیں رہا، ساتھ ہی ٹی۔وی اور وی سی آر وغیرہ کی مزید لعنت کے اضافے سے ایسے واقعات سننے میں آئے ہیں کہ حقیقی بہن اور بھائی بھاوج اور دیور، خالہ ساس اور حقیقی بہن کا داماد (جو احترام میں ماں اور بیٹے کی طرح ہیں) سالی کی لڑکی اور خالو (جو احترام میں بیٹی اور باپ کی طرح ہیں) سالی اور بہنوئی۔ رشتہ کے بہن اور بھائی وغیرہ بھی آپس میں جنسی تعلقات میں گرفتار ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ جبکہ شریف خاندان کی خواتین کے دلوں میں غیر مرد کا خیال تک ساری عمر نہیں آتا۔

وہ عورتیں جو شوہر کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں شوہروں کے دوستوں سے ملتی ہیں ان کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہیں ان کو تو کھلی چھٹی ہے۔ اس بے حیائی اور شوہر کی غفلت اور بے حسی سے بعض شریف اپنی عصمت کھو بیٹھیں پھر رفتہ رفتہ احساس ندامت بھی جاتا رہا۔ عورتیں بھی عشق بازی کے قصّے، ناول اور سازشیں اور لگاوٹ کے ڈائجسٹ وغیرہ آزادی سے پڑھتی ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے عیب کو عیب نہیں سمجھا جاتا لہٰذا بلا توبہ کے مر جاتے ہیں اور مرتے ہی عالم برزخ میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ عالم برزخ میں زانی کی غذا سڑا ہوا کچا گوشت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے پستانوں سے باندھ کر لٹکا دیا جاتا ہے۔ زانیوں کو کبھی تنور میں ڈال دیا جاتا ہے جب آگ اوپر اٹھاتی ہے تو پھر دھنس جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

علاج

ایسے مرد اور عورتیں اپنی زندگی میں زنا کاری اور معصیت کی نحوست اور لعنت سے ایسی مہلک بیماریوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں جو ان کے بڑوں کے وقتوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ علاج کرتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ فائدہ ہو بھی کیسے سبب تو معصیت ہے اور معصیت کا علاج صدقِ دل سے توبہ کرنا ہے اور آئندہ کے لئے ان گناہوں سے بچنے کا مصمم ارادہ اور حقیقی کوشش کرنا ہے اور اللہ سبحانہ، تعالیٰ سے پکا وعدہ کرنا ہے کہ اب کبھی بھی یہ افعالِ بد نہیں کریں گے۔

اوّل اوّل ان گناہوں کو چھوڑنے میں دشواری اور کلفت ضرور ہوگی لیکن باوجود کلفت کے ہمت اور اختیار سے بہ تکلف اور بجبر کام لینے سے رفتہ رفتہ سے دُشواری اور کلفت ہمیشہ کے لئے مُبدّل بسہولت ہو جائے گی۔ اور اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو پھر خوب اچھی طرح سمجھ لیں ایسے مرد اور عورتوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

کوتاہی پر تنبیہ

دوزخ سے زیادہ تکلیف دہ اور کوئی جگہ نہیں جہاں قہرِ الٰہی ہے احادیث کی رُو سے دُنیا کی خوب دہکتی ہوئی آگ سے ستر گُنا شدید ہے۔ دوزخ کی آگ اتنی شدید ہے کہ اس میں لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو کھا جائے۔ دوزخ اس قدر گہری ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر دوزخ میں ڈالا جائے تو ستر برس برابر جاتا رہے تب اس کی تہہ میں پہنچے گا۔ دوزخیوں کی غذا خُون اور پیپ ہے۔ دوزخ کے سانپ اُونٹ کے برابر اور بڑے زہریلے ہیں اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ اور بچھو خچر سے بھی بڑے ہیں اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک لہر اُٹھتی رہے۔ خدارا اِس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور اب بھی سنبھل جاؤ اور ہر قسمی معصیت سے باز آجاؤ۔

بیدار ہو جاؤ

بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ عقائد خراب ہو رہے ہیں۔ فرض نماز تک نہیں پڑھتے، زکواۃ ادا نہیں کرتے، دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتے، کثرت سے واعظ گمراہی میں ڈالنے والے ہیں۔ غلط اور غیر ذمہ داری کی بات مُنہ سے نکالنا عام ہو گیا ہے۔ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ جائز ناجائز کا اہتمام نہیں رہا۔ حرام اور حلال میں تمیز نہیں۔ سُود کھانا عام ہو رہا ہے۔ سُود کو حلال کہنے کے لئے ہیر پھیر کرتے ہیں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ رشوت کو اپنا حق سمجھ کر دیدہ دلیری سے لیتے ہیں۔ شرم اور حیا نام کو نہیں، یتیموں کا مال ظلماً کھایا جا رہا ہے۔ بڑوں کا ادب نہیں چھوٹوں کا لحاظ نہیں۔ لاقانونیت، ہنگامے، فسادات، توڑ پھوڑ، تخریب کاری، بدامنی، بددینی، دھوکا دہی، ظلم، تشدد، بغاوت اور تمام معصیتوں کا دور دورہ ہے۔ بڑے خطرناک حالات ہیں جنہیں دیکھ کر شاید نمرود، شداد اور فرعون بھی پناہ مانگیں حق تلفی بکر و فریب

اور جھوٹ عام ہے۔ صرف کلام کرتے ہیں عمل نام کو نہیں۔ جس کا جو دل چاہتا ہے کرتا ہے۔ قانون کا پاس نہیں کسی کی جان و مال۔ عزت آبرو محفوظ نہیں۔ دین سے بعد ہو رہا ہے۔ عقلیں مسخ ہو رہی ہیں۔ اچھوں کو برا اور بروں کو اچھا سمجھا جا رہا ہے۔ یہ سب ہمارے شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے اللہ سبحانہ، تعالےٰ اپنے خاص فضل و کرم سے ہمارے گناہ معاف فرما دیں اور اپنی رحمت سے ہمیں اپنے امان اور پناہ میں رکھیں۔ اللہ سبحانہ، تعالےٰ کے بعض محبوب بندے آج کل راتوں کو سوتے نہیں۔ حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سلامتی اور عافیت کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ ختم خواجگان۔ مناجات مقبول حصن حصین آسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں خوب خشوع و خضوع۔ الحاح و زاری۔ عاجزی و انکساری شوق و رغبت اور دل کی گہرائیوں سے مانگتے ہیں۔ ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اور روزانہ سونے سے پہلے نشر الطیب جس میں حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور قبل نبوت اور بعد نبوت کے حالات لکھے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے اور ان پر عمل کرنے کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ درود شریف پڑھنے کی کثرت ہوگی۔ کیا عجب ہے اللہ سبحانہ، تعالےٰ فتن ظاہری و باطنی۔ تشویشات مختلفہ کے حوادث۔ شیوع بدعات والحاد و کثرتِ فسق و فجور سے نجات دے دیں۔ آجکل درود شریف کی کثرت رکھیں۔ ایک بار صدق دل سے تمام گناہوں کی اللہ سبحانہ تعالےٰ سے معافی مانگ لیں پھر تمام گناہوں سے بچتے رہیں اور ہمیشہ نیک عمل کرتے رہیں پھر اپنا فرض منصبی نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے انجام دیتے رہیں۔ گناہوں سے آخرت تو خراب ہوتی ہی ہے۔ دنیا میں بھی بہت نقصان ہوتے ہیں۔

گناہوں سے دُنیا کا نقصان

نافرمانی کا نقصان

علم سے محروم رہنا۔ روزی کم ہو جانا۔ اللہ سبحانہ تعالےٰ کی یاد سے وحشت ہونا۔ آدمیوں سے خصوصاً نیک آدمیوں سے وحشت ہونا۔ اکثر کاموں میں مشکل پڑ جانا۔ دل میں صفائی نہ رہنا۔ دل میں اور بعض دفعہ تمام بدن میں کمزوری ہو جانا۔ طاعت سے محروم رہنا۔ عمر گھٹ جانا۔ توبہ کی توفیق نہ ہونا۔ کچھ دنوں میں گناہوں کی برائی دل سے نکل جانا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا۔ دوسری مخلوق کو اس کا نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے اس پر لعنت کرنا۔ عقل میں فتور ہو جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس پر لعنت ہونا۔ فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا۔ پیداوار میں کمی ہونا۔ شرم اور غیرت کا جاتے رہنا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی

برائی اس کے دل سے نکل جانا۔ نعمتوں کا چھن جانا۔ بلاؤں کا ہجوم ہونا۔ اس پر شیطان کا مقرر ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ مرجانا۔

نیک عمل کرنے سے دُنیا میں بھی سکون۔ اطمینانِ قلب اور راحت ہے۔ اب مزید غور و فکر کرنے کے بجائے نیک کاموں میں لگ جائے۔

دُنیا میں بھی نیک کاموں کے فوائد و ثمرات

قرآن نیم اداری کا صلہ

رزق بڑھنا۔ طرح طرح کی برکت ہونا۔ تکلیف اور پریشانی دُور ہونا۔ مُرادوں کے پُورے ہونے میں آسانی ہونا۔ لُطف کی زندگی ہونا۔ ہر قسم کی بلاؤں کا ٹل جانا۔ اللہ سبحانہ تعالےٰ کا مہربان اور مددگار رہنا۔ فرشتوں کو حکم ہونا کہ اس کا دل مضبوط رکھو۔ سچی عزت و آبرو ملنا۔ مرتبے بلند ہونا۔ سب کے دلوں میں اس کی محبت ہو جانا۔ قرآن کا اس کے حق میں شفا ہونا۔ مال کا نقصان ہو جائے تو اس سے اچھا بدلہ ملنا۔ دن بدن نعمت میں ترقی ہونا۔ مال بڑھنا۔ دل میں راحت اور تسلی رہنا۔ آئندہ نسل میں یہ نفع پہنچنا۔ زندگی میں غیبی بشارتیں خواب یا اور کسی طرح نصیب ہونا۔ مرتے وقت فرشتوں کا جنت کی خوشخبری سنانا۔ مبارک باد دینا۔ عمر بڑھنا۔

تعلیمی کیسے ہو

آجکل دینی حالات بڑی تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔ ناسمجھ دین اور دینداروں کے خلاف بولتے ہیں۔ مگر حق اللہ تعالےٰ جل شانہ، اپنے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں اور قیامت تک قائم رکھیں گے اور اس کے صدقہ میں دین پر عمل کرنے والوں کو بھی سنبھالتے والے ہیں۔ لہٰذا دین پر مضبوطی سے قائم رہنا رزق حلال کا بہت اہتمام رکھنا۔ گھر کے کاموں میں ہر فرد کو برابر کا حصہ لینا۔ کسی ایک خاتون پر ہی سارا یا زیادہ بوجھ کام کا ڈالنا بڑا ظلم ہے اور ظلم سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ گھر کا ماحول دینی بنانا سب سے منحوس۔ تباہ کن اور برباد کرنے والی لعنت ہر قسمی منشیات ہیں ان سے اور ان کے استعمال کرنے والوں سے ہمیشہ دور رہنا اور اپنے گھر کے ہر فرد کو بچائے رکھنا۔ معصیت کی دعوت دینے والی عورت یا مرد سے دور رہنا اور اس سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ رکھنا۔ بچہ کی تربیت شروع عمر سے ہی ہوتی ہے اس میں کوتاہی نہ کرنا۔ ماں باپ کو ہر کام عین سنت کے مطابق کرنا چاہیے تاکہ بچہ شروع سے ہی اچھی عادتیں سیکھے۔ اپنی شرم گاہوں کی خاص طور سے ساری عمر حفاظت کرنا ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ رہنا۔ بُری صحبت سے ہمیشہ ہمت اور عزم سے بچتے رہنا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے خوب خشوع خضوع

الحاح سے دُعائیں مانگتے رہتا۔

ہر حال میں امر و نہی اور حفظِ حُدود اور پابندی شریعت میں لگے رہو۔ کبھی کسی حال میں بھی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہو۔ اپنی حفاظت کے لئے ہر وقت دھیان میں رہے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ (اَللّٰہُ حاضِرِی۔ اَللّٰہُ ناظری۔ اَللّٰہُ مَعِی) سب غیر ضروری تعلقات۔ مرد غیر عورتوں سے اور عورتیں غیر مردوں سے ملنا جانا اور خاص کر تنہائی میں بات کرنا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ترک کر دیں۔ غیر ضروری کاموں اور مشاغل سے دستبردار ہو کر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ہو رہیں۔

یاد رکھو اور ہمیشہ کے لئے خوب ذہن نشین کر لو۔ ہمارے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق ایسے ہونا چاہیے جس طرح اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اخلاقِ رذیلہ ہم سے زائل ہو جائیں اور اخلاق حمیدہ ان کی جگہ پیدا ہو جائیں۔ جو جسقدر ان کا پابند ہے اتنا ہی دیندار ہے اور جس میں جتنی کمی ہے اتنا ہی ناقص ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ گناہوں سے توبہ کرنا اور بچتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ اور جو جو اسباب گناہوں کے ہمارے گھروں میں ہیں ان کا نکالنا بھی بہت ضروری ہے۔

جزاءُ الاعمال اور حیاتُ المسلمین از مُجدِّدُ الملّت حکیم الامت حضرت محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّہُ العزیز کی ان دونوں کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

اس مضمون کو بار بار پڑھیں تاکہ مضمون راسخ ہو جائے اور اس پر عمل ہونے لگے۔ آمین آمین آمین۔

اپنے عمل کو اہتمام سے رکھیں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں

وَمَا علینآ اِلَّا البلاغ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمدٍ وّآلہٖ واَصحابہٖ وبارکَ وسلّمْ

مُصدِّقہ از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب استاد عربی و مفتی دارالعلوم کراچی و مجاز بیعت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوَّراللّٰہُ مَرقدہٗ

مولانا عبدالمعز صاحب

ٹی وی، وی سی آر

ایک شرعی جائزہ

معیارِ زندگی کی بلندی

۴

فلموں، ٹیلی ویژن کے ڈراموں، اشتہارات اور دیگر پروگراموں میں عام طور پر جو لوگ دکھلائے جاتے ہیں، وہ معاشرے کے جس طبقہ کی نمائندگی کرتے ہیں، پاکستان میں اس جیسے خوشحال طبقہ کی تعداد پانچ فیصد بھی نہیں (اور کسی بھی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ ملک میں بھی اس طبقہ کی تعداد ہمیشہ بہت کم ہی ہوتی ہے) عوام الناس جب ٹی وی اور فلموں میں رنگ برنگے اور نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے بھڑکیلے اور اعلیٰ کپڑوں میں ملبوس افراد کو دیکھتے ہیں تو دل مسوس کر رہ جاتے ہیں، عورتیں مطالبہ کرنے لگتی ہیں کہ انہیں بھی اس قسم کے بڑھیا ملبوسات مہیا کئے جائیں، وہ بھی وہی غازے اور سرخیاں استعمال کریں جو عموماً یورپ سے درآمد کئے جاتے ہیں، اور وہ بھی ویسے ہی زیورات پہنیں جیسے وہ ہیروئنوں کو پہنے ہوئے دیکھتی ہیں۔

سجے سجائے وسیع اور خوبصورت ڈرائنگ روموں کو دیکھ کر حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش ان کا گھر بھی ایسا ہی بڑا، کشادہ اور آراستہ ہو، ایسا ہی بڑا فریج ہو، ایسا ہی مزین کچن ہو اور ایسی ہی بڑی ساری ڈائننگ ٹیبل ہو، دیوار سے دیوار تک قالین سے فرش مستور ہو، دیدہ زیب اور قیمتی پردے دیواروں پر لہرا رہے ہوں اور بڑے بڑے مصوروں کی تصاویر کمرے کی بہار کو دو بالا کر رہی ہوں۔

یہی نہیں، جو بچے ان میں دکھائے جاتے ہیں، وہ عموماً کسی مافوق الفطرت مخلوق کی اولاد معلوم ہوتے ہیں، ان کے لباس، تعیشات، آسائشات اور سامانِ آرائش کو دیکھ کر عام والدین سخت احساسِ کمتری محسوس کرنے لگتے ہیں۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جب اپنے ناپختہ ذہنوں کے ساتھ دولت کی ریل پیل

میں پلے ہوئے افراد کو دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں بھی دولت کے حصول کے جذبات انگڑائی لینے لگتے ہیں، لڑکیاں اپنے دماغوں میں ناممکن الحصول شہزادوں کو آئیڈیل بنا کر زندگیاں برباد کرنے لگتی ہیں، وہ تصور میں بھی ایسے لڑکوں سے شادیاں کرنا پسند نہیں کرتیں جو دولت کی فراوانی نہیں رکھتے۔ نتیجۃً کنواری ہی بوڑھی ہو جانے والی لڑکیوں کی تعداد تیزی سے بڑھتی جارہی ہے، دوسری طرف لڑکے بھی ایسی لڑکیاں تلاش کرنے لگتے ہیں، جن کے ذریعہ "نہ ہلدی لگے نہ پھٹکری" بغیر محنت و مشقت کے دوسرے انسانوں کی سالہا سال کی کمائی ہوئی دولت ہاتھ لگ جائے اور جہیز کے نام پر سب کچھ حلال سمجھ کر ہتھیا لیا جائے۔

یہ معیارِ زندگی کا ہیضہ بغیر انتہائی مشقت کے ختم نہیں ہوتا، یا تو آدمی صبح و شام محنت کرے اور ہمہ وقت دولت کمانے میں لگا رہے اور اس قدر محنت کرے کہ مقصود حاصل ہو جائے تو اس سے فائدہ اٹھانے کی قوت بھی باقی نہ رہے یا پھر ناجائز ذرائع اختیار کرے اور ان سے دولت حاصل کرے چنانچہ اسی کے نتیجہ میں رشوت ستانی، جوا، منشیات فروشی، عصمت فروشی، چوری، ڈاکہ اور اسمگلنگ جیسے سنگین جرائم پھیلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

وہ لوگ جو زندگی کا مقصد دولت کمانا اور معیارِ زندگی بلند کرنا بنا لیتے ہیں ان بے چاروں کو پھر ان دھندوں سے اتنی بھی فرصت نہیں ملتی کہ تھوڑا سا بھی وقت نکال کر اپنی روحانی اور اخلاقی حالت پر بھی توجہ دے سکیں۔ نتیجتاً بے دینی اور بے راہ روی عام ہو جاتی ہے، نماز، روزے میں لگنا لوگ وقت کو برباد ہونا سمجھتے ہیں اور حج اور زکوٰۃ تو ان کے مالوں پر ڈاکہ پڑنے کے مترادف ہو جاتے ہیں۔ سادگی اور قناعت ناپید ہو جاتی ہے، سکون اور اطمینان ختم ہو جاتا ہے اور ملک وقوم کا قیمتی سرمایہ، سامانِ تعیش اور اشیائے صرف میں برباد ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں دولتمندوں کو دیکھ دیکھ کر غریبوں میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں، اس طرح معاشرے میں طبقاتی کشمکش فروغ پاتی ہے، دوسری طرف امراء اپنی دولت کو اس درجہ کم خیال کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں ان کا قارونی خزانہ بھی ان کے معیارِ زندگی کے لئے کافی نہیں ہوتا اور اس سے اتنی رقم نہیں ہو پاتی کہ جسے فلاحی کاموں میں صرف کیا جا سکے جس کے نتیجہ میں بے چارے ضرورت مندوں کو سوائے چوری اور ڈاکہ کے کوئی ذریعہ ان سے رقم نکلوانے کا باقی نظر نہیں آتا۔

جرائم کا فروغ

انگریزی اور بھارتی فلموں میں بلکہ اب تو اردو ڈراموں میں بھی تشدد اور جرائم کا بیان زیادہ ہوتا ہے اور مار دھاڑ اور قتل و غارت گری سے خالی فلمیں اور ڈرامے عموماً ناکام سمجھے جاتے ہیں۔ کمسن اور معصوم بچے، بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی ان

پروگراموں کو بڑی دلچسپی سے دیکھتے ہیں اور پھر انہی سے جرائم کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ ٹی وی کی مشہور سیریز "جنگل" کو ڈاکو بڑے شوق سے دیکھتے تھے کہ اس میں ان کے لئے بھی ڈاکے کے آداب اور رموز قطع طریق کا ایک خزانہ جمع ہوتا تھا، اسی طرح آئے دن موٹر سائیکلیں اور کاریں چرانے والے اور گھروں میں چوری کرنے والے نوجوانوں کا بیان آتا رہتا ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ ٹیلیویژن اور فلموں سے سیکھا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے ایسے والدین کے بچے بھی چوری کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں جنہیں بظاہر گھر کی وافر دولت کی وجہ سے چوری کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ محض نقل و محاکات کے فطری جذبات سے مجبور ہو کر یہ کام انجام دیتے ہیں۔

اعلیٰ انسانی اور اسلامی اقدار کی موت

ٹیلی ویژن اور فلموں کے شعبے پر عام طور پر الا ماشاء اللہ چونکہ بے دین اور ملحد افراد ہی کا قبضہ ہے جن کے نزدیک مذہب دقیانوسیت اور گالی کے مترادف ہے۔ اس لئے ان شعبوں پر قابض بے تاج بادشاہوں نے اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق فلمیں، ڈرامے اور پروگرام بنانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی بھی طرح قوم میں مذہب کا رجحان یا دین کی طرف جھکاؤ پیدا نہ ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ ان میں پیش کئے جانے والے افراد بسا اوقات ایسی زبان تک استعمال کر جاتے ہیں جن سے دین و مذہب کا مذاق اُڑتا محسوس ہوتا ہے اور دینداروں اور علماء سے نفرت سی ہونے لگتی ہے اور یہ تاثر پیدا ہونے لگتا ہے کہ دین و مذہب درحقیقت ایک مخصوص طبقے کے ایجاد کردہ ہتھکنڈے اور عوام الناس کو لوٹنے کھسوٹنے کے ذرائع ہیں۔

پھر ٹیلیویژن اور فلموں میں بسا اوقات ایسی چیزیں پیش کی جاتی ہیں جو دین کے بڑے نازک معاملات سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کا اثر بڑا دور رس اور گہرا ہوتا ہے۔ مثلاً حقیقی میاں بیوی کا ڈرامے وغیرہ میں میاں بیوی بننا اور تین طلاقیں دینا، حالانکہ نکاح و طلاق

---

[۱] دنیائے اسلام کے اکثر علماء اور پاکستان کے اہل علم حضرات کی اکثریت ان چیزوں کو ناجائز ہی سمجھتی ہے اور ان کی حرمت ہی کا فتویٰ دیتی ہے۔

کے معاملات زندگی کے انتہائی سنجیدہ معاملے ہیں جن میں شریعت ادنیٰ درجہ میں بھی استہزاء، تمسخر یا مذاق برداشت نہیں کرتی چنانچہ حال ہی میں ایک حقیقی میاں اور بیوی کی ڈرامہ میں طلاق ثلثہ کا مسئلہ مہینوں اخبارات و رسائل میں موضوع بحث رہا اور اس سلسلہ میں رائے زنی کرنے والے افراد نے بسا اوقات اہل دین کے بارے میں بڑے ہی نازیبا کلمات کہے جن سے ناظرین اور قارئین عرصہ تک اہلِ دین سے برگشتہ برگشتہ سے رہے۔

پھر چونکہ ٹی وی اور فلموں کی موجودہ روش کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں، اس لئے ان کی وجہ سے معاشرے میں بکثرت غلط رجحانات پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً نوجوانوں میں حسن پرستی کا جذبہ تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ ٹی وی اور فلموں میں دکھائی جانے والی اکثر لڑکیاں اس قدر بے پناہ حسن کی مالک ہوتی ہیں کہ نوجوان اپنی شریک حیات بھی انہی کی صورتیں سامنے رکھ کر تلاش کرتے ہیں (جبکہ ایک حسین لڑکی جسے واقعی حسین کہا جا سکے ایک اندازے کے مطابق پانچ ہزار میں سے بمشکل ایک ہوتی ہے) جس کی وجہ سے عام شکل و صورت کی لڑکیوں کی شادیاں بھی دشوار ہو کر رہ گئی ہیں اور نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اپنی خیالی جنت کی تلاش میں زندگی کا ایک بڑا حصہ کنوارپنے ہی میں گزارنے لگی ہے اور ظاہر ہے کہ شادی بیاہ میں یہ تاخیر بلکہ کمی سوائے فسق و فجور پھیلانے کے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

ایک اور افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فلمی اور ٹی وی اداکاؤں سے غائبانہ اور یکطرفہ عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جن کا اظہار وہ اپنے ان خطوط میں کرتے ہیں جو وہ ان حضرات کو لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور جن کا اقرار ہر اداکارہ اور اداکار فخریہ طور پر کرتا ہے اور اسی سے اپنی مقبولیت کا اندازہ لگاتا ہے۔

لوگ آزادانہ طور پر بلا تکلف یہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں فلاں اداکار یا اداکارہ بہت پسند ہے، اس کے حسن و جمال اور جوانی و وجاہت پر بے محابا گفتگو کی جاتی ہے اور اس بارے میں کلام کرتے ہوئے چنداں بھی شرم محسوس نہیں کی جاتی حالانکہ نامحرم عورت یا مرد کے حسن و جمال کا تذکرہ اور اس سے لطف اٹھانا قطعاً حرام ہے۔

پھر دیکھنے میں یہاں تک آیا ہے کہ لوگ جن اداکاروں کو بکثرت دیکھتے رہتے ہیں، ان سے بہت مانوس ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں ان کی محبت جم جاتی ہے۔ اور انہیں اس سے اس قدر تعلق ہو جاتا ہے کہ اگر وہ کسی دکھ میں مبتلا ہو جائیں تو ان کی بھی نیندیں اڑ جاتی ہیں اور بسا اوقات کافر و مشرک اداکار کی تکلیف میں مسلمان لوگ بھی قرآن خوانیاں تک کر ڈالتے ہیں۔ یہ بڑی ہی بدنصیبی اور ہلاکت کی بات ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

المرء مع من احب — آدمی اسی کے ساتھ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا جس سے وہ دنیا میں محبت رکھتا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الادب۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

پھر قلبی محبت تو ہے ہی، بعض لوگ جرأت رندانہ سے کام لے کر اپنے محبوب فنکاروں سے جسمانی عقیدت کا اظہار بھی کر ڈالتے ہیں چنانچہ پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے اخبارات میں ان مسلمانوں کی تصویریں بھی دیکھی گئی ہیں جو لتا منگیشکر کے سامنے ویسے ہی سجدہ ریز ہیں، جیسے ایک مسلمان نماز میں خدا کو سجدہ کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

ایک اور عجیب و غریب بات یہ ہے کہ فلموں اور ٹیلیویژن کی وجہ سے ضیاع وقت گویا فطرت ثانیہ بن جاتا ہے اور انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ فضول برباد ہونے لگتا ہے چنانچہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہی نہیں بلکہ انہیں تبصروں کی جگالی سے، پورے طور پر ہضم بھی کرتے ہیں اور بعض اوقات ان تبصروں پر اس سے بھی زیادہ وقت برباد کر دیا جاتا ہے جتنا انہیں دیکھنے میں برباد کیا گیا تھا چنانچہ اسکول و کالج کے طلبہ و طالبات بلکہ دفاتر میں کام کرنے والے ملازمین اور دکانوں میں مصروف تجار بھی رات کو دیکھے ہوئے پروگرام پر جب تک یار دوستوں سے تبصرہ نہیں کر لیتے، ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

یہ اوپر جو کچھ ذکر کیا گیا، وہ معاشرے پر ٹی وی، وی سی آر اور فلموں کے اثرات کا ادنیٰ سا نمونہ ہے جس کے لئے اخبارات کے تراشے اور رسائل و کتب کے اقتباسات محض طوالت سے بچنے کے لئے نہیں ذکر کئے جا رہے اور اس لئے بھی ان کی حاجت نہیں محسوس کی جا رہی ہے کہ ہر نئے دن کے اخبار میں اس سلسلہ میں روزانہ کوئی نہ کوئی نیا شگوفہ چھپتا ہی رہتا ہے۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ کیا اسلام مسلمانوں سے اس قسم کی زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہے جس طرح کی زندگی ان تفریحات سے متاثر ہو کر گزاری جا رہی ہے؟ اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اسلاف امت نے بھی اسی قسم کی زندگی گزاری تھی؟ پھر کیا ہم ان تفریحات سے ڈسے ہوئے نوجوانوں سے وہ توقعات وابستہ کر سکتے ہیں جن کی آج پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو ضرورت ہے؟ نیز کیا اس ساری تفصیل کے بعد بھی ان مہلک تفریحات کی حرمت میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے؟

(باقی آئندہ)

پاکیزہ روحوں کی پاکیزہ پسند الکحل سے پاک
موسم گرما کی جان ★★★ ہر عبادت کی شان
عطر روح خس
ملنے کا پتہ:۔ عجمی ٹریڈرز مین روڈ لیاقت آباد ۳ متصل حبیب بینک
سول ایجنٹ:۔ برائے عبد الغنی محمد اسمٰعیل تاجر عطر (قائم شدہ ۱۹۰۴ء دہلی) کراچی

مولوی محمد مجاہد صاحب
متعلم درجہ تخصص دارالعلوم کراچی ۱۴

اِسلام میں علم دین سیکھنے اور سکھانے کو جو بنیادی اہمیت حاصل ہے، وہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علمِ دین کا تعلیم و تعلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علماء امت کی خاص توجہات کا مرکز رہا۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ کے ہر شعبہ کی اصلاح چاہے اس کا تعلق انسان کی زیست کے کسی پہلو سے ہو علم کے بغیر ممکن نہیں۔ اور علم دین کی روشنی ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نجات دِلاتی ہے، خواہ وہ تاریکی بداعتقادی کی شکل میں ہو یا بدکرداری و بدگفتاری کے روپ میں ہو، اور چاہے وہ تاریکی ایسے بُرے اخلاق کی ہو جن کے ساتھ انسانی فطرتِ سلیمہ جوڑ ہی نہیں کھاتی، یا وہ تاریکی ایسی موذی معاشرت و معاملت کی ہو جس سے انسان کی پُرسکون زندگی جہنم کدہ بن کر رہ جائے غرضیکہ ہر نوعیت کی تاریکیوں سے نجات دلانے والی مشعلِ راہ صرف علم دین ہی ہے۔ علمِ دین ہی ایسی چیز ہے جس کے ہونے پر تمام عالم کی تعمیرات کی بنیاد ہے، اور جس کے نہ ہونے سے طرح طرح کی تخریب کاریاں ظاہر ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دین کی خدمت کے شعبے بہت سے ہیں، اور ہر شعبہ اپنی اپنی جگہ پر ضروری اور باعث صد سعادت و برکت ہے۔ لیکن ان شعبوں میں سے علم دین کی خدمت ایسا شعبہ ہے جس کی ضرورت اسلام کے ہر خادم کو پیش آتی ہے اسلام کی خدمت کے کسی شعبہ سے تعلق رکھنے والے کیلئے علم دین سے بے نیاز ہو کر ایک قدم بھی ترقی کی طرف اُٹھانا دُشوار ہے۔ اس طرح اسلام کا ہر خادم اپنی کارکردگی میں علمِ دین کا مرہونِ منت ہے۔ کیونکہ ہر کام کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے علم کی روشنی کا موجود ہونا۔ اور جہالت کی تاریکی کا ختم ہونا شرط لازمی ہے۔

علمِ دین اور اسلام کی خدمت کے دوسرے شعبوں کے مابین کیا نسبت قائم ہے؟ اس کے سمجھنے کیلئے یہ مثال ایک حد تک کافی ہوگی کہ اس ایجادات کے دَور میں انسان کی راحت و آسائش کیلئے طرح طرح کی مشینریاں ایجاد کی گئی ہیں جن کی کارکردگی برقی توانائی پر موقوف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام ایجادات فائدہ مند ہیں اور انسان کو راحت فراہم کرتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت اور راحت رسانی میں برقی توانائی کی محتاج اور مرہونِ منت بھی ہیں بالکل یہی حال علم دین اور اِسلام کی خدمت کے

دُوسرے شعبوں کا ہے۔ کہ ہر شعبہ کی افادیت اور ضرورت بلاشبہ مسلّم ہے لیکن ان کی افادیت میں جان پڑے گی علم دین کی برقی توانائی سے۔ چنانچہ جب کبھی علم دین کی روشنی میں کمی آئے گی تو تمام شعبوں کی افادیت میں اضمحلال آئے گا۔

اسی وجہ سے ہر دَور میں بڑی اہمیت اور ذمہ داری کے ساتھ علم دین کے پڑھنے اور پڑھانے کی طرف توجہ دی گئی، اور اس کو بنیادی فرائض میں شمار کیا گیا، چنانچہ علم دین کی فضیلت کے سلسلہ میں وارد ہونے والی کثیر آیاتِ قرآنی اور بیشمار احادیث اور اقوال سلف کا کثیر ذخیرہ اس پر شاہد ہے، اگر کوئی شخص ان سب کو جمع کرنا چاہے تو اس کیلئے طویل زمانہ اور ضخیم دفاتر درکار ہیں، ذیل میں صرف بطورِ نمونہ کے چند آیات، احادیث اور آئمہ دین و علماء امت کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

علم کی فضیلت قرآن میں:

(۱) انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمٰؤ یعنی اللہ کی خشیت تو اس کے بندوں میں سے علماء ہی رکھتے ہیں، اور دوسری آیت میں ہے: اولٰئك ھم خیر البریہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) ذٰلك لمن خشی ربہ۔

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی خشیت علماء میں ہوتی ہے، اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ جن میں خشیت ہو وہ مخلوق میں سے بہترین لوگ ہیں، دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ علماء خیر البریہ اور برگزیدہ خلائق لوگ ہیں۔ [۱]

(۲) وقل رب زدنی علماً یعنی اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم آپ دُعاء کریں کہ اے رب میرے علم میں ترقی فرما۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ترقیِ علم کی دُعاء کا امر فرمایا گیا ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوقات میں سے سب سے زیادہ علم دیا گیا تھا، اس کے باوجود ترقی علم کی دُعاء کے امر فرمانے سے معلوم ہوا کہ علم ایسی چیز ہے کہ انسان اس کے کسی بھی بلند مقام پر پہنچ جائے، اس کی ترقی بہرحال مطلوب و محمود ہے۔ علم میں کسی مقام پر پہنچکر قناعت نہیں ہے۔

علم کی فضیلت احادیث میں:

(۱) من سلك طریقاً یطلب فیہ علماً سلك اللّٰہ بہ طریقاً من طرق الجنۃ [۲] (الحدیث)

یعنی جو شخص طلب علم کیلئے کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر اس کو چلائیں گے۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم کی طرف چلنا دو طرح ہو سکتا ہے ایک تو علم حاصل کرنے کیلئے حقیقۃً چل کر علماء کی مجالس وغیرہ کی طرف جانا اور علم کیلئے سفر کرنا۔ دوسرا یہ کہ اپنے اوقات کو علم پر لگانا، علم کو حفظ کرنا، اس کا تکرار و مذاکرہ کرنا، اس کا مطالعہ کرنا اور اس کو سمجھنا یہ سب علم کی طرف چلنے میں داخل

---

[۱] تذکرۃ السامع والمتکلم لابن جماعۃ ص۵، [۲] مشکوٰۃ ص۳۴،

ہے ہے اگرچہ اس میں کہیں چل کر جانا نہ پڑے۔

(۲) ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزر ہوا ایک مجلس ذکر کی تھی دوسری علم وفقہ کی، فرمایا کہ دونوں خیر پر ہیں، لیکن ان میں سے ایک دوسری سے افضل ہے۔ یہ (ذکر والی مجلس) اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں اور اللہ سے اُمید رکھتے ہیں اگر اللہ چاہے گا تو ان کو دیدیگا اور اگر چاہے گا تو نہیں دیگا۔ اور اس (دوسری مجلس میں) فقہ اور علم سیکھتے ہیں، اور جاہل کو علم سکھاتے ہیں۔ یہ افضل ہیں۔ اور فرمایا: انما بعثت معلماً (میں بھی معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں)، اس کے بعد اس علم والی مجلس میں تشریف رکھ کر ان کو اعزاز بخشا۔[۲]

اس حدیث سے وہ بات جو اوپر ذکر کی گئی کہ بلاشبہ دین کی خدمت کے تمام شعبوں کی ضرورت و برکت ہے، لیکن علم دین ان میں سے افضل ہے بڑی صراحت کے ساتھ معلوم ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی مجلس کو فرمایا یہ بھی خیر ہے، لیکن علم والی مجلس ان سے افضل ہے اور پھر خود بھی ان میں بیٹھ گئے۔

(۳) وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضا لطالب العلم[۳] یعنی فرشتے طالب علم کی رضا حاصل کرنے اس کے سامنے پر بچھاتے ہیں۔

طالب علم کیلئے فرشتوں کے پر بچھانے کی تشریح:

فرشتوں کے طالب علم کے سامنے پر بچھانے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں:

(۱) فرشتے اس کے سامنے تواضع کرتے ہیں۔

(۲) پر رکھ دینے کا معنی یہ ہے کہ فرشتے طالب علم کے پاس نازل ہوتے ہیں، اور اس کے پاس آتے ہیں۔

(۳) فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

(۴) فرشتوں کے پر بچھانے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اپنے پروں کے ذریعے اس کے مقصود تک پہنچنے میں اس کی اعانت اور مدد کرتے ہیں۔[۱]

(۴) ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنا۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ کونسا عمل افضل ہے، ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں عمل کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اور آپ علم کے بارے میں فرما رہے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا عمل علم کے ساتھ نفع مند ہے، اور زیادہ عمل جہالت کے ساتھ نفع مند نہیں۔

(جاری)

---

[۱] جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی ص ۴۴۷، [۲] مشکوٰۃ ص ۳۶، [۳] مشکوٰۃ ص ۳۴

غلطی کے بعد توبہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا "ہر ابنِ آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔"

مطلب یہ کہ خطا تو ہر آدمی سے ہو ہی جاتی ہے۔ انسان خطا کا پُتلا ہے لیکن خطا پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، اس لئے فرمایا کہ سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہوں، راز اس کا یہ ہے کہ توبہ و انابت الی اللہ عبدیت کا اعلیٰ مقام ہے، پس جب بندہ خطا و گناہ کے بعد توبہ و استغفار کرتا ہے اور اُسے رجوع الی اللہ کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے حق تعالیٰ جل شانہٗ نہ صرف اس کا گناہ معاف فرما دیتے ہیں بلکہ اس پر مزید لطف و انعام بھی فرماتے ہیں۔

شمسی کلاتھ اینڈ ملز لمیٹڈ

۳، ادریس چیمبرز۔ تالپور روڈ۔ کراچی ۲۔ فون ۲۲۱۹ ۱ م ۲۳۸۰۸۱

محمد شاہد تھانوی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک ہر سال پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان ہیں وہ اس سہ روزہ عظیم الشان تہوار کو قربانی کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت کو زندہ کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن قابل اتباع صرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے ہاں اگر کسی نبی کی کوئی سنّت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حکماً فرمادیں تو وہ بھی ہر مسلمان کے لئے قابلِ اتباع اور قابلِ عمل ہے۔

دربارِ نبوت سجا ہوا تھا عاشقانِ ختم نبوت جمع تھے غلاموں نے اپنے آقا و مولا سے سوال کیا کہ یہ قربانی ہے کیا؟ زبانِ نبوت سے جواباً ارشاد ہوا "تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنّت ہے" قرآن حکیم میں ۱۷ ویں پارہ میں ارشاد ہے اللہ کو تمہارے گوشت، خون کی ضرورت نہیں ہے اُسے صرف تمہارے تقوے کی ضرورت ہے یعنی کتنے اخلاص اور کس نیت سے قربانی کرتے ہو خدا تعالیٰ کے نزدیک قربانی دین ابراہیمی کی روح ہے اسی کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا اعزازِ عظیم نصیب ہوا۔

حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توحید کی خاطر سب سے پہلے باپ جیسی عظیم ہستی کی محبت کی قربانی دینی پڑی جس کی تفصیل ۱۶ ویں پارہ کے چھٹے رکوع میں موجود ہے پورا مکالمہ قرآن نے نقل کیا ہے جب حضرت ابراہیم نے دعوت توحید فرمائی تو والد غصہ میں آگئے اور کہا اگر تم باز نہ آئے (دعوتِ حق سے) تو میں پتھروں سے تمہارا سر توڑ دوں گا اور تم میرے پاس سے چلے جاؤ حضرت ابراہیمؑ نے ادب و احترام کے دامن کو نہ چھوڑا بلکہ جواباً فرمایا تم پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے تمہارے لئے دعا کا خواستگار رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے اس طرح حق و دین کی خاطر یہ اللہ کا نبی اپنے باپ کی محبت و شفقت سے محروم ہو گیا اور اللہ کے دین کی خاطر یہ قربانی بھی بصد خوشی پیش کردی جب باپ جیسی مشفق ہستی ہی بیٹے کی دشمن ہو جائے تو دیگر حضرات کے بارہ میں کیا کیا کہا جائے سارے شہر والے دشمن ہو گئے اب دوسرا مرحلہ آتا ہے جس میں

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی جان کی قربانی پیش کردی دربارِ نمرود ہے کفر و شرک کی تمام قوتیں متحد ہیں کہ اس اللہ کے برگزیدہ نبی کو آگ میں ڈال کر جلادیں۔ تاکہ حق کی آواز بلند کرنیوالا ہی نہ رہے جب حق گو نہیں ہوگا تو حق کا بول بالا کیسے ہوگا لیکن انھیں شاید معلوم نہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مدد ایسی ہستی کرے گی جس کے سامنے دنیا کی تمام طاقتیں تمام قوتیں ہیچ ہیں کفر و شرک نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آگ کا الاؤ تیار کیا اپنی تمام صلاحیتیں خرچ کرلیں مکمل انتظام کرلیا لیکن دربارِ ربانی سے حکم ہوا " اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر "، حضرت ابراہیمؑ اس قربانی کے مرحلہ سے بھی سرخرو ہوئے دنیائے کفر و شرک نے حیران و پریشان اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کیا۔

اب تیسری اہم قربانی کا مرحلہ آتا ہے جو دل کو تڑپانیوالا اور روح کو زخمی کرنیوالا ہے اور وہ ہے وطن اور اہلِ وطن سے الوداع ہونے کا لیکن قربان جائیے خلیل اللہؑ پر کہ اس مرحلہ میں سرخروئی قدم چوم رہی ہے اس مرحلہ سے اللہ کا نبی برضا و رغبت ہنسی و خوشی گذر گیا اپنے وطن کو خیرباد کہا اہلِ وطن سے منہ موڑ لیا صرف حق کی خاطر ترکِ وطن کسقدر اذیت ناک مرحلہ ہے اِسے صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے ترکِ وطن کیا ہو کیا وطن کی یاد تڑپاتی ہے، کیسے کیسے دل پر گھاؤ لگتے ہیں جب آدمی وطن سے بے وطن ہوتا ہے جوانی گذر گئی بڑھاپے کی منزل آگئی اللہ نے بیٹا عطا فرمایا اور اس کے ہی امتحان کا پرچہ ہاتھ میں دیدیا کہ اس شیرخوار کو مع اِس کی والدہ کے ایسی سرزمین میں لے جاؤ جہاں نہ پانی ہو نہ کھانے کا سامان ہو نہ سبزہ لہلہاتا ہو نہ پرندے چہچہاتے ہوں نہ آدم ہو نہ آدم زاد یہ خلیل اللہ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوگیا اور یہ قربانی بھی دے ڈالی آخر اللہ کا خلیل تھا حق دوستی کیسے نہ نبھاتا عشق و محبت میں عاشق صادق تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس کا محبوب کس کام سے خوش ہوتا ہے کس کام سے ناخوش وہ اپنی مرضی نہیں چلاتا مگر ابھی اللہ کو اپنے دوست کا مزید امتحان لینا تھا اور قربانی لینا تھی کہ دیکھیں ہمارا دوست کسی قربانی سے دریغ تو نہیں کرتا کسی امتحان میں فیل تو نہیں ہوتا بالآخر ایک زبردست امتحان کا وقت آگیا اور عظیم قربانی اللہ نے اپنے خلیل سے طلب کی جسمیں یہ نبی برحق سو فیصد پورا اُترا اور ایسا امتحان دیا کہ فرشتے بھی حیران رہ گئے اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اکلوتے بیٹے (وہ بھی بڑھاپے میں ملنے والا) کو ہماری راہ میں قربان کردو یہ عشق و محبت کا نہایت کٹھن اور اہم ترین مسئلہ تھا لیکن اس عاشق صادق نے اپنے اس اکلوتے بیٹے کے سامنے جب اللہ کا حکم سُنایا تو جو جواب اس معصوم بچے نے دیا وہ سننے کے قابل ہے جسے قرآن حکیم کے ۲۳ ویں پارہ میں ۸ ویں رکوع میں قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا گیا وہ یہ ہے " اے ابا جان کر گذریئے جو حکم ملا ہے "، آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے پورا منظر قرآن نے نقل کیا ہے کہ باپ ذبح کرنے کے لئے تیار ہے بیٹا ذبح ہونے کے لئے تیار ہے حالانکہ یہ وقت وہ تھا کہ بوڑھے باپ کا ہاتھ بٹایا جائے لیکن خلیل اللہ کا بیٹا بھی اس امتحان میں سو فیصدی پُورا اترا بارگاہِ خداوندی سے کیا اعزاز ملا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿ پ ۲۳ رکوع ۸ ﴾ ترجمہ : بے شک یہ کڑی آزمائش تھی۔ اللہ کو اکلوتے فرزند کی قربانی مقصود

نہ تھی صرف اپنے دوست کی محبت اور عشق کا امتحان مقصود تھا جب رب نے دیکھا کہ بیٹا منہ کے بل زمین پر ہے اور باپ چھری لے کر نیار ہے تو اس سے قبل کہ چھری کام دکھائے دربارِ ربانی سے ندا آتی ہے یَا اِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا (اے ابراہیم تو نے تو خواب ہی کو سچ کر دکھایا) تجھے تیرا بیٹا مبارک ہو ہمیں تیرے بیٹے کی قربانی کی ضرورت نہیں ہے ہم تو صرف تجھے آزمارہے تھے ہم دیکھ رہے تھے کہ تو ہماری محبت میں کتنا صادق ہے تو تو واقعی صادق نکلا لیکن تیرا بیٹا بھی عاشق صادق نکلا۔

اس عشق و محبت کے امتحان میں پورا اُترنے اور قربانیوں کے صلہ میں ذاتِ ربانی سے یہ نوید ملی اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ (پ۱ رکوع ۱۵ بقرہ) ترجمہ: میں تمہیں بنی آدم کا امام بناؤں گا اور اس امامتِ کبریٰ کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا جن پر امامت نبوت رسالت معصومیت سب ختم ہوگئیں اور حضور اکرمؐ کے لئے وہی دین پسند کیا گیا جو حضرت ابراہیم کا تھا اُس کا اعلان زبان ختم نبوت اس طرح کرایا گیا اور کہدیجئے (اے محمد عربیؐ) مجھے میرے رب نے سیدھا راستہ دکھایا یعنی دین قیم جو طریقہ ہے ابراہیم حنیف کا (پ۸ سورہ انعام رکوع ۲)

جب حضرت ابراہیم کی زندگی قربانی سے معمور تھی اور حضور اکرم کے دین کو ابراہیم کا دین کہا گیا تو کیوں نہ امت مسلمہ کے لئے کوئی یادگار ان کے جدامجد ابراہیم خلیل اللہ کی رائج ہوتی اور مستقلاً اسلام کا شعار کیوں نہ قرار پاتی لہذا قربانی امت مسلمہ کے لئے حضرت ابراہیم کی یادگار ہے جو ہر سال ہر خطہ میں بسنے والے مسلمان برضا و رغبت بخوشی مناتے ہیں اسی کو ہمارے آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عشاق کے مجمع میں بتلایا تھا کر سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ (تمہارے جدامجد ابراہیم کی سنت ہے) تاکہ صحابہ ذوق شوق سے حسب استطاعت قربانی میں حصہ لیں مزید ذوق و شوق اور رغبت دلانے کیلئے زبان نبوت سے ارشاد ہوا "قربانی کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کو اتنا محبوب نہیں جتنا خون بہانے کا عمل" ہم ذرا غور کریں کہ اس یادگار کی تاریخ کتنی عظیم ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کے ہاتھوں یادگار قائم کرائی اور پھر تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس کی تاکید فرمار ہے ہوں عملت بھی حکم سے بھی سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور دس سال مدینہ میں مقیم رہے اور برابر ہر سال قربانی کرتے رہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ عیدگاہ ہی میں قربانی فرماتے تھے ایک جگہ قربانی نہ کرنیوالے پر سخت تنبیہ فرمائی اور جو باوجود فراخی کے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے"۔

ہم سب کو مل کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام پیش کرنا چاہیئے جنکے طفیل میں ہمیں قربانی جیسی نعمت نصیب ہوئی جو سنت ہے اللہ کے محبوب و خلیل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔

یہ خطرہ ہو کہ بے چارے عام ناواقف مسلمان اُن کو ان عقائد کے باوجود مسلمان سمجھنے کی گمراہی میں مبتلا ہوں گے تو حقیقت کے جاننے والوں پر اس کا اظہار و اعلان فرض ہو جاتا ہے اور ان کے لئے سکوت و خاموشی جرم بن جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی بابت جب تک حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل تحقیق نہ فرمائی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا لیکن جب مرزا قادیانی کی بابت پورا ثبوت مل گیا آپ نے مرزا کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔ اور تحریر فرمایا کہ یہ شخص (قادیانی) کافر، دجال اور شیطان ہے

زیر تبصرہ کتاب میں بعض غیر مقلدین اور بریلوی حضرات کے اس پروپیگنڈہ کی تردید ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار نہیں دیا۔ حالانکہ حضرت امام ربانی نے چھ فتاوے مرزا کی تردید میں دیئے۔ جو سب چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے علم اور ان کی عمر میں برکت دے کہ انہوں نے ان سب فتاویٰ کو یکجا کر کے شائع کر دیا ہے کتابت و طباعت عمدہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف ناشر اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور یہ کتاب اہل ایمان کے لئے بصیرت کا موجب ثابت ہو۔

(ا ۔ ا ۔ خ ۔ س)

مولوی احسان اللہ، دارالعلوم کراچی

مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے۔ دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں فرائض و واجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخص الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کفر و شرک میں مبتلا ہیں غضب یہ ہے کہ ان کو کفر و شرک نہیں سمجھتے، محرمات اور فسق و فجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی، بلکہ استخفاف و استہزاء تک جتنا عام ہوتا جا رہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ (ماخوذ از تبلیغی نصاب صـ۲۰۱)

اس کا واحد علاج یہی کہ ہر شخص اولاً دین پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دے اس کے ساتھ نہایت لازمی اور ضروری چیز یہ ہے کہ ہر شخص دین کی تبلیغ کو اپنا فرض منصبی سمجھکر بقدر ضرورت حلال روزی کمانے کے بعد جتنا وقت بچ جائے جتنی فرصت مل جائے جس انداز میں بھی ہو سکے علماء دین کے مشورے کے تحت دین کی تبلیغ کرنا شروع کر دے۔

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھکر رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اسکی روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو۔ اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے، کیونکہ قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ارشاد فرمایا گیا وہ نصوص و احادیث سے ظاہر ہے۔ مثلاً۔

آیتِ قرآنی:۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ۴ ع۶)

ترجمہ :- اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے ۔

حدیث مبارک :- عن جریر بن عبد اللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول :- ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی ویقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللّٰہ بعقاب قبل ان یموتوا ۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ)
(مشکوٰۃ المصابیح ج ۲۔ ص ۴۳۷)

ترجمہ :- حضرت جریر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم کا کوئی شخص گناہ و معاصی کا ارتکاب کرتا ہے اور اس قوم کے لوگ اس پر قدرت رکھتے ہوں کہ (ہاتھ یا زبان کے ذریعہ) اس گناہ کی اصلاح درست کریں اور اس شخص پر قابو پائیں لیکن اس کے باوجود اس کی اصلاح نہ کریں تو اللّٰہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرتا ہے قبل اس کے کہ وہ مریں (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح :- حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اللّٰہ کا وہ عذاب اسی دنیا میں نازل ہوتا ہے۔ خواہ اس کی صورت کچھ ہی ہو (چاہے آپس کے اختلافات کی شکل میں ہو یا بیماری کی شکل میں ہو چاہے کسی اور پریشانی کی شکل میں ہو) اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے دنیا میں بھی عذاب پہنچتا ہے اور آخرت کا عذاب باقی رہتا ہے جو وہاں پہنچے گا اس کے برخلاف گناہوں کے مرتکبین پر اس دنیا میں عذاب ہونا ضروری نہیں ہے ۔ (مظاہر حق جدید ج ۴۔ ص ۴ ۶۵)

بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ لوگوں پر ہماری باتوں کا اثر نہیں ہوگا اس بارے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کا ایک عجیب مقولہ ہے۔ استاد محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے واسطے سے سنا ہے کہ حق بات، حق نیت سے، حق طریقے سے کہی جائے تو ضرور اثر کرتی ہے۔" اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ کی باتوں کا لوگوں پر اثر نہیں ہوگا، اور لوگ آپ کی باتوں کو نہیں مانیں گے تب بھی آپ کا ذمہ تو بتانا ہے منوانا نہیں، لہٰذا آپ بتا کر اپنے ذمہ فارغ کرلیں اور نتیجہ اللّٰہ پر چھوڑ دیں ۔

زہر قاتل :- اس کے ساتھ ایک نہایت ضروری اور اہم اور قابل توجہ بات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب تقریر، تعلیم، تبلیغ وعظ نصیحت وغیرہ پر معمور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ آپنے سے غفلت ہوتی ہے (جس کے نتیجہ میں شہرت طلبی، جاہ طلبی، عجب و کبر اور طرح طرح کے امراض باطنہ پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنی پوری محنت دیو بنی کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے) حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہے اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود گناہوں میں مبتلا رہے ۔ (ماخوذ از تبلیغی نصاب ص ۲۱۹)

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ گناہوں سے بچنا الگ فریضہ ہے اور تبلیغ کرنا الگ فریضہ ہے، اگر دونوں انجام نہیں دیا تو ڈبل سزا کے مستحق ہوں گے۔

(احادیث مبارکہ :- عن اسامة بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یجاء بالرجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فی النار فیطحن فیها کطحن الحمار برحاه فیجتمع اهل النار علیه فیقولون ای فلان ماشانك الیس کنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنکر قال کنت امرکم ولا اتیه وانهاکم عن المنکر واتیه (متفق علیہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۳۶)

ترجمہ :- حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقدمات کے فیصلہ کے وقت) ایک شخص کو لایا جائیگا۔ جس کو آگ میں ڈالا جائیگا اور اگ میں پہنچتے ہی اس کی انتڑیاں فوراً باہر نکل پڑیں گی۔ اور انتڑیوں کو اس طرح پیسے گا جس طرح خراش کا گدھا اپنی چکی کے ذریعے کو پیستا ہے (یعنی جس طرح چکی میں چلنے والا گدھا اپنے چکی کے گرد چلتا رہتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص اپنی انتڑیوں کے گرد چکر لگائے گا اور ان کو پیروں تلے روندتا رہیگا چنانچہ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے ای فلاں شخص تمہارا یہ کیا حال ہے تم ہمیں نیک کام کی تلقین ونصیحت کیا کرتے تھے۔ اور بُرے کام سے منع کرتے تھے وہ شخص جواب دے گا کہ بے شک میں تمہیں نیک کام کی تلقین کیا کرتا تھا۔ مگر خود اس نیک کام کو نہیں کرتا تھا اور تمہیں بُرے کام سے منع کرتا تھا مگر خود اس بُرے کام سے باز نہیں رہتا تھا۔

تشریح :- جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس شخص کو یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملیگی نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ جب خود عمل نہیں کرتا تھا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کیوں انجام دیتا تھا۔ چنانچہ اگر وہ خود اس فریضہ کو بھی ترک کرتا تو وہ مذکورہ عذاب سے بھی زیادہ عذاب کا مستحق ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس پر دو واجب کے ترک کا گناہ ہوتا (مظاہر حق جدید، ج ۴۔ ص ۶۵۲)

وعن انس رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :- رأیت لیلة اسری بی رجالا تقرض شفاهم بمقاریض من نار قلت من هولاء یا جبرئیل قال هولاء خطباء من امتك یامرون الناس بالبر وینسون انفسهم، رواه فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان وفی روایة قال خطباء من امتك الذین یقولون لا یفعلون ویقرؤن کتاب اللہ ولا یعملون۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۳۸)

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے وہ علماء، واعظ اور مشائخ ہیں۔ جو لوگوں کو تو نیکی کی تلقین کرتے تھے مگر خود اپنی ذات کو فراموش کر دیتے تھے یعنی خود عمل نہیں کرتے تھے اوروں کو عمل کی تلقین ونصیحت کرتے تھے اس روایت کو بغویؒ نے شرح السنہ میں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جبرئیل نے جواب دیا۔ یہ لوگ آپ کی امت کے وہ واعظ وخطیب ہیں جو اس چیز کو کہتے تھے جس کو خود نہیں کرتے تھے جو کتاب اللہ کو پڑھتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

تشریح :- یہ سزا بے عمل علماء واعظین اور مشایخ کو ان کی بے عملی کی وجہ سے ملیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الایہ۔

ترجمہ :۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ویل للجاھل مرۃ وویل للعالم سبع مرات ۔ جاہل کے لئے ایک بار خرابی ہے اور (بے عمل) عالم کے لئے سات بار خرابی ہے۔

اور ایک مشہور حدیث میں یوں فرمایا۔ اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ

ترجمہ :۔ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب کا مستحق وہ عالم ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے فائدہ نہیں پہنچایا ہوگا (مظاہر حق جدید، ج ۴، ص ۶۲۴)

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عمل نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں سب بے سود، حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجموع کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا۔ اس پر کیا عمل کیا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ بدترین خلائق کون شخص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برائی کا سوالات نہیں کیا کرتے، بھلائی کی باتیں پوچھو۔ بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح ہوتا ہے۔ ایک وہ جو صرف زبان پر ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس علم پر حجت تام ہے دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے ورنہ اگر دل پر اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا اور قیامت کے دن اس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا اور بھی بہت سی روایت ہیں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے فرمایا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات (خواہ کسی بھی شعبہ سے ان کا تعلق ہو درس تدریس وعظ نصیحت تحریر، تعلیم وغیرہ) اپنے اصلاح ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔ (ماخوذ از تبلیغی نصاب ص ۳۱۹)

اب سوال یہ ہے کہ اصلاح ظاہر و باطن ہو کیسے اس کے لئے بزرگان دین نے جو نسخہ تجویز فرمایا وہ یہی ہے کہ کسی متبع سنت بزرگ سے تعلق قائم کیا جائے، یعنی کسی ایسے علم والے کے پاس بیٹھا جائے جن کا عمل ان کے علم کے عین مطابق ہو وہ جو کہے اس پر خود بھی عمل کرے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے :۔ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین o (سورۃ توبہ)

ترجمہ : مسلمانوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو ——— یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور فرمانبرداری اختیار کرو اور تقویٰ و پرہیزگاری حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو یہاں پر صادقین سے وہی لوگ مراد ہیں جن کا عمل ان کے علم کے عین مطابق ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کو کہا گیا۔ صرف رہنے کو نہیں بلکہ وہاں پڑے رہنے کو کہا گیا، یعنی کافی مدت ان کے ساتھ گزاری جائے، تب ہی کچھ فائدہ ہوگا،

(جاری)

نام کتاب :- **علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حیدر آباد آصفی** تالیف :- مولانا غلام محمد صاحب
سائز ٢٣×١٨/٨ - کل صفحات :- ١٠٦ - قیمت :- ٢٠/- روپے
ناشر :- بہادر یار جنگ اکادمی ۔ سراج الدولہ روڈ ۔ بہادر آباد ۔ کراچی ۵

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ عظیم محقق، بے مثال مورخ، لاجواب عالم دین، حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ راشد اور میدان طریقت و معرفت کے شناور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تحریر میں قلب روح کا سوز و گداز اور نظر کا عرفان رکھا تھا۔

حیدر آباد دکن ایک شہر کا نام نہیں بلکہ ایک تہذیب کا مرقع ہے شرافت، علم پروری، خدمت دین و مذہب اور اہل علم کی قدر افزائی سلطنت آصفیہ کا طرۂ امتیاز تھا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس تہذیب و تمدن کے مرکز اور علم و فن کے مخزن یعنی حیدرآباد دکن کے سات سفر کئے۔

علامہ ندویؒ کو حیدر آباد دکن، وہاں کے اہل علم و فضل، مشائخ، مقامات اور وہاں کی نفیس اشیاء سے جو تعلق تھا اس کا اظہار انہوں نے مختلف مکاتیب میں تحریر فرمایا تھا۔

علامہ ندویؒ کے ان خیالات و تاثرات کو بڑے سلیقے اور خوبی کے ساتھ سید صاحب کے مرید خاص مولانا غلام محمد صاحب نے مختلف ماخذ سے لیکر جمع کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں بعض نجی باتیں بھی درج کر دی ہیں جن سے علامہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ حیدرآباد دکن، سلطنت آصفیہ اور مختلف اشیاء کی بابت بہت سی قیمتی معلومات کا یہ حسین مرقع تاریخ کے طلبہ کے علاوہ عوام کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہوگا۔

اس کتاب کی ابتداء میں ایک سخت ناپسندیدہ اور علامہ مرحوم کی روح کے لئے تکلیف دہ بات ان کی تصویر ہے۔ علامہ ندوی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے بعد فوٹو کھنچوانے سے سخت پرہیز کرتے تھے اور انہوں نے تصویر کے بارے میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کا اعلان بھی فرمادیا تھا۔ وہ مختلف کانفرنسوں اور اجلاس میں تصویر کشی کے وقت اخبار یا رومال چہرے کے سامنے کر لیتے تھے۔ شرعی طور پر بھی تمام امت مسلمہ جاندار اشیاء کی تصاویر کی حرمت پر متفق ہے۔ ہمارے تمام اکابر اور جمہور فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تصویر حرام ہے۔

حدیث نبوی میں تصویر سازی پر جو وعید شدید آئی ہے وہ ہر جاندار کی تصویر میں جاری ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کو ناپسند فرمایا اور اس کے مرتکب کو سخت سزا وعید سنائی اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اس پر پوری طرح کاربند رہے تو مرید باوفا کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ علامہ ندوی کی روح کو اذیت پہنچا کر مولف نے اچھا نہیں کیا۔ امید ہے کہ فوری طور پر اس کا ازالہ کیا جائے گا اور آئندہ کے لئے اس تصویر کو کتاب سے خارج کر دیا جائیگا۔

اتنی مختصر ضخامت کی کتاب کی قیمت بیس روپے بہت زیادہ ہے۔ اس کی قیمت ۱۰ روپے ہونی چاہیئے۔

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب:۔ **فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی** تالیف:۔ مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر صاحب
سائز:۔ ۲۳×۱۸/۸ کل صفحات:۔ ۸۸ قیمت۔ درج نہیں
ناشر:۔ مکتبہ مدینہ (نزد ڈاک خانہ) اردو بازار۔ گوجرانوالہ

امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے۔ آپ بلا استثناء آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اجماعی عقیدہ کی تردید کی اور خود کو صاحب شریعت نبی قرار دیا۔ لیکن ایسا رفتہ رفتہ کیا۔ ابتداء میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے اپنا کام شروع کیا۔ پھر آہستہ آہستہ مجدد ہونے کا اعلان کیا۔ پھر مہدی بنے۔ یہاں تک کہ مسیح موعود بن بیٹھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے ختم نبوت کے معنی میں تحریفیں شروع کیں۔ نبوت کی خود ساختہ چند قسمیں تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی، لغوی، اور مجازی بیان کرنا شروع کیں۔ اور اپنے مزعومہ اقسام نبوت میں سے بعض قسموں کا بعد وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاری رہنا بتایا اور اپنے حق میں اسی جاری رہنے والی نبوت کے مدعی بن بیٹھے۔

مرزا کی زندگی کا تیسرا دور وہ تھا جس میں تاویل اور تحریف سے بے نیاز ہو کر کھلے طور پر ہر قسم کا بلا تفریق تشریعی وغیر تشریعی کے سلسلہ جاری قرار دیا اور خود کو صاحب شریعت نبی بتلایا۔

اکابر علماء دیوبند کسی شخص یا فرقہ کے بارے میں فتویٰ دینے میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن جب کسی فرد یا فرقہ کے ایسے عقائد آنکھوں کے سامنے آجائیں جو قطعی طور پر منافی ایمان اور موجب کفر ہوں اور

بقیہ صفحہ ۵۸ پر